فہرست تلاشِ حلال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاشِ حلال

تمہید:

حلال وحرام کی تمیز کرنا اور حلال سے نفع اٹھانا اور حرام سے پرہیز کرنا مسلمان کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا، مگر آج بڑی حیرت ہوتی ہے یہ دیکھ کر کہ مسلم معاشرے میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو حلال وحرام میں تمیز کرتے اور حرام سے پرہیز کرتے ہوں۔ پھر اس حیرت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ حرام چیزوں کے بارے میں یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ چیز حرام کیوں ہے؟ اس کے استعمال میں کیا حرج ہے؟ حالانکہ یہ بات ایک مسلمان کی شان سے بعید ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کو ماننے کے بعد یہ سوال کرے۔

بہرحال یہ ایک حیرت ناک بات بھی ہے اور افسوس ناک بات بھی کہ آج بہت سے مسلمان حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے اور حرام تجارتیں، حرام ملازمتیں، حرام پیشے بلا جھجک اختیار کیے ہوئے ہیں۔

اس لیے جی چاہا کہ مسلمانوں کو اس سلسلہ میں آگاہ کیا جائے، اور حلال کے فضائل و برکات اور حرام کی نحوست اور اس پر وعیدات ان کے سامنے پیش کی جائیں تا کہ جو لوگ اس میں کوتاہی کا شکار ہیں وہ اللہ ورسول سے ڈر کر حرام سے بچ سکیں، اور حلال کی برکات سے استفادہ کریں، اور دین و دنیا کی بھلائیوں سے مالا مال ہوں،

لہذا اس سلسلہ میں چند سطور پیش خدمت ہیں۔

حلال کی تلاش کا حکم:

سب سے پہلے یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام مسلمان پر یہ حکم و پابندی لگاتا ہے کہ حلال کمائی کی فکر اور تلاش کرے۔ اس سلسلہ میں چند حدیثیں ملاحظہ کیجئے:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:" طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ"(حلال کی تلاش ہر مسلمان پر واجب ہے) علامہ ہیثمی وعلامہ منذری نے کہا کہ اس کی سند حسن ہے۔(۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:" طَلَبُ کَسْبِ الْحَلاَلِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ "(حلال کمائی کی تلاش وطلب، فرضوں (جیسے نماز وغیرہ) کے ادا کرنے کے بعد، فرض ہے)۔(۲)

اس احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ حلال کمائی کی فکر کرے، اس کے لیے تلاش وجستجو میں لگا رہے، یہ ہر مسلمان پر فرض وواجب ہے۔ لہٰذا مسلمان جب کوئی تجارت کرنا چاہے، یا کسی ملازمت میں لگنا چاہے، یا کسی پیشہ کو اختیار کرنا چاہے تو پہلے یہ غور کرلے کہ یہ حلال ہے یا نہیں، مثلاً ایک شخص کو بینک کی ملازمت ملے تو اس کو یہ ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے بلکہ دوسری حلال ملازمت تلاش کرنا چاہئے۔

کسب حلال کی فضیلت:

پھر اسلام نے حلال روزی وکمائی کی تلاش وجستجو کرنے والے کی بڑی فضیلت ومنقبت بیان کی ہے۔

---

(۱) مجمع الزوائد:۱۰/۲۹۱، الترغیب:۲/۳۴۵ (۲) سنن بیہقی:۶/۱۲۶، مسند الشھاب:۱/۱۰۴

(۱) ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اللہ کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جوان شخص پہاڑی راستے سے حاضر ہوا، ہم نے اسے دیکھ کر آپس میں کہا کہ کاش یہ جوان اپنی جوانی، اپنی قوت اور اپنی جدو جہد سب اللہ کے راستے میں لگا دیتا! یہ بات رسول اللہ ﷺ نے سن لی، اور فرمایا کہ:

" وَمَا سَبِيْلُ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ قُتِلَ ، مَنْ سَعٰى عَلٰى وَالِدَيْهِ فَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَمَنْ سَعٰى عَلٰى عِيَالِهٖ فَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَمَنْ سَعٰى عَلٰى نَفْسِهٖ لِيُعَفَّهَا فَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ،وَمَنْ سَعٰى عَلَى التَّكَاثُرِ فَفِيْ سَبِيْلِ الشَّيْطَانِ "

(کیا اللہ کے راستے میں صرف وہی ہے جو قتل کیا جائے؟ جو اپنے والدین کے لیے کوشش کرتا ہے وہ بھی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے لیے حلال کی تلاش وکوشش کرتا ہے وہ بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہے، اور جو اپنی جان کے لیے حرام سے اس کو بچانے کی خاطر حلال کی کوشش کرتا ہے، وہ بھی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے، اور جو محض مال بڑھانے کے لیے کوشش کرتا ہے وہ شیطان کے راستے میں ہے)۔(۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

" مَنْ طَلَبَ مَكْسَبَةً مِّنْ بَابِ الْحَلَالِ يَكُفُّ بِهَا وَجْهَهٗ عَنْ مَسْأَلَةِ النَّاسِ وَوَلَدَهٗ وَ عِيَالَهٗ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ"

(جو شخص حلال کمائی تلاش کرتا ہے تاکہ لوگوں سے مانگنے سے اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو بچائے، تو وہ قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا)۔(۲)

---

(۱) طبرانی فی الاوسط: ۲۸۵/۴، بیہقی: ۲۵/۹ (۲) تاریخ بغداد للخطیب: ۱۶۸/۸

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يَرٰى عَبْدَهُ تَعِباً فِيْ طَلَبِ الْحَلَالِ“ (اللہ تعالے اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اپنے بندے کو حلال کمائی کی تلاش میں محنت کرتا ہوا دیکھیں)۔(۱)

یہ حدیث متعدد طرق سے واقع ہونے کی وجہ سے قابل قبول ہوجاتی ہے، اگرچہ انفرادا ہر سند اس کی ضعیف ہے، مگر ان کا مجموعہ حسن ہوجاتا ہے۔(۲)

اسی طرح اوپر کی دو حدیثیں بھی اگرچہ ضعیف ہیں، مگر فضائل کے باب میں معتبر ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ حلال کمائی کی فکر و تلاش مومن انسان کا مرتبہ و مقام بلند سے بلند ترین کر دیتی ہے۔

حلال کی برکت:

پھر اس حلال کمائی سے حاصل ہونے والی حلال چیزیں، بڑی بابرکت ہوتی ہیں؛ ان میں ایک نورانیت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے آدمی کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔

چناچہ دعاء کی قبولیت کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ میرے لیے اللہ سے دعاء کیجئے کہ اللہ مجھے مستجاب الدعوات (یعنی ایسا بنادے کہ جو دعا کروں قبول ہوجائے)، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”يَا سَعْدُ ! أَطِبْ مَطْعَمَکَ تَکُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ“ (اے سعد! حلال کھانا کھاؤ تم مستجاب الدعوۃ ہوجاؤ گے)۔(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حلال غذا میں ایسی برکت ہوتی ہے کہ اس کے کھانے

---

(۱) الجامع الصغیر:۱۸۸۲ (۲) کشف الخفاء:۲۹۱/۱، المقاصد الحسنۃ:۱۵۵ (۳) معجم اوسط:۳۱۱/۶، مجمع الزوائد:۲۹۱/۱۰

والے کی دعائیں اللہ تعالے قبول کرلیتا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی دعائیں قبول ہوتی تھیں، علامہ ابن رجب نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ صحابہ کے مابین آپ کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا کہ میں کوئی لقمہ اپنے منہ کے پاس ایسا نہیں لے گیا جس کے بارے میں میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔(۱)

اور اعمال صالحہ کی توفیق کا ذکر قرآن مجید کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کہتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَاالرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً ﴾ [مؤمنون : ۵۱]

(اے رسولو! کھاؤ حلال چیزیں اور نیک عمل کرو)

اس میں حلال غذا کھانے کا حکم دینے کے بعد نیک عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، کیونکہ حلال غذا کھانے سے نیک عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے اور خود بخود نیکی کی طرف طبیعت چلتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس کی بہن حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنھما نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں افطاری کے وقت دودھ کا ایک پیالہ بھیجا، اور اس دن آپ ﷺ روزے سے تھے، اور وہ دن بڑا لمبا بھی تھا اور سخت گرمی کا بھی تھا، آپ نے وہ دودھ قاصد کو دیکر واپس بھیج دیا کہ یہ پوچھ کر آؤ کہ تجھے یہ دودھ کہاں سے آیا؟ ام عبداللہ نے بتایا کہ یہ میری بکری سے حاصل ہوا ہے۔ جب آپ کو قاصد نے بتایا تو آپ نے اسے پھر واپس بھیجا کہ یہ معلوم کرو کہ وہ بکری تجھے کہاں سے ملی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہ میں نے خریدی تھی۔تب آپ نے یہ دودھ لے لیا۔

(۱) جامع العلوم والحکم لابن رجب: ۱/۱۰۷

دوسرے دن ام عبد اللہ آپ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے سخت گرمی اور لمبے دن کی وجہ سے آپ کی خدمت میں کل دودھ بھیجا تھا، مگر آپ نے واپس کردیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ " **بِذٰلِکَ أُمِرَتِ الرُّسُلُ أَلَّا تَأْکُلَ إِلَّا طَیِّباً وَّ لَا تَعْمَلَ إِلَّا صَالِحاً** " (رسولوں کو یہی حکم ہے کہ سوائے پاکیزہ چیز کے کچھ نہ کھاؤ اور سوائے نیک عمل کے کچھ نہ کرو)۔(۱)

امام حاکم نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حلال کھانے میں یہ فائدہ ہے کہ اس سے نیکیوں اور عمل صالح کی توفیق ملتی اور وہ اس کے حق میں آسان ہوجاتے ہیں۔

نیز حلال کھانا وہ عظیم دولت ہے کہ جس کو یہ حاصل ہوجائے اسے اور کچھ نہ ملے تو کوئی پرواہ نہیں، کیونکہ یہ اس کو نقصان نہ دیگا، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ " **أَرْبَعٌ إِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلاَ عَلَیْکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنْیَا: حِفْظُ أَمَانَةٍ، وَصِدْقُ حَدِیْثٍ، وَحُسْنُ خَلِیْقَةٍ، وَ عِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ** " (یعنی اگر تیرے اندر یہ چار باتیں ہوں تو دنیا تجھ سے فوت بھی ہوجائے تو تجھے کوئی نقصان نہیں: ایک امانت کی حفاظت، دوسرے بات میں سچائی، تیسرے اچھے اخلاق اور چوتھے کھانے میں پاکیزگی)۔(۲)

نیز ایک حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: " **أَیُّمَا رَجُلٍ اکْتَسَبَ مَالًا مِّنْ حَلَالٍ، فَأَطْعَمَ نَفْسَهُ أَوْ کَسَاهَا، فَمَنْ دُوْنَهُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ کَانَ لَهُ بِهِ زَکَاةٌ** " (جس آدمی نے حلال

(۱) مستدرک: ۱۴۰/۴، معجم کبیر طبرانی: ۱۷/۲۵/۴، (۲) مسند احمد: ۶۶۵۲، مستدرک: ۳۴۹/۴، شعب الایمان: ۲۰۵/۴، قلتُ: حسّن اسناده المنذری فی الترغیب: ۲/ ۳۴۵

مال سے کمایا، پھر اس کو اپنی ذات کو یا دوسری اللہ کی مخلوق کو کھلایا، یا کپڑا پہنایا تو اس کے لیے یہ چیز پاکیزگی وطہارت کا ذریعہ بنے گی)۔(۱)

ان تمام احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حلال مال اور جائز کمائی کا اہتمام اللہ و رسول کی نگاہ میں کس قدر لائق و فائق کام ہے، اور اس پر کیسی کیسی بشارتیں و فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

حرام کمائی کی حرمت ونحوست:

اس کے برعکس حرام کمائی اسلام میں سخت ناجائز اور اس سے حاصل ہونے والی چیزیں نہایت منحوس ہیں۔قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْا لَاتَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ [النساء: ۲۹]

(ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپسی رضا سے تجارت ہو)

ایک اور موقعہ پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ لَاتَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ۱۸۸]

(ترجمہ: آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ، اور نہ حاکموں کے پاس اس غرض سے رجوع کرو کہ گناہ کے طور پر لوگوں کے مال کا ایک حصہ کھا جاؤ، جبکہ تم کو معلوم بھی ہے)

ان آیات میں کسی کا مال باطل طریقے سے کھا جانے اور حرام طریقے سے لے

(۱) صحیح ابن حبان: ۱۰/۴۸، مستدرک: ۴/۱۴۴، شعب الایمان: ۲/۸۶، قلت: صحح اسنادہ الحاکم۔

لینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

ایک لمبی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

" وَلَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالاً مِّنْ حَرَامٍ فَيُنْفِقُ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيْهِ ،وَلَا يَتَصَدَّقُ بِهِ فَيُقْبَلَ مِنْهُ،وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ "

(ترجمہ: جو شخص حرام مال حاصل کرے گا اور اس سے (اپنی ضرورت) میں خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی، اور اس سے صدقہ دے گا تو وہ صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا، اور ترکہ میں اس کو چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ ہوگا)۔(۱)

یہ حدیث حرام مال کی دنیوی واخروی نحوست کو صاف وصریح انداز میں بتا رہی ہے۔ اخروی نحوست تو یہ ہے کہ صدقہ قبول نہ ہوگا اور یہ حرام مال اس کا توشہ جہنم بنے گا اور دنیوی نحوست یہ ہے کہ اس مال کو خرچ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دے گا۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ " وَلَأَنْ يَأْخُذَ تُرَاباً فَيَجْعَلَهُ فِيْ فِيْهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَجْعَلَ فِيْ فِيْهِ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ"(تم میں سے کوئی مٹی لے اور اپنے منہ میں ڈال لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی چیز اپنے منہ میں ڈالے جو اس پر اللہ نے حرام کی ہے)۔(۲)

---

(۱) مسند احمد:۳۶۷/۲، مسند البزار:۳۹۲/۵، امام منذری نے کہا کہ بعض نے اس کو حسن قرار دیا ہے، الترغیب:۳۴۸/۲ (۲) مسند احمد:۴۸۲/۷، قال المنذری: باسناد جید، الترغیب:۳۴۶/۲

اللہ اکبر! نبی کریم ﷺ مٹی سے پیٹ بھر لینے کو حرام سے پیٹ بھرنے پر ترجیح دے رہے ہیں، معلوم ہوا کہ حرام سے بچنا مسلمان کے لیے انتہائی ضروری امر ہے۔

حرام مال کی بے برکتی ونقصان:

یہ بات معلوم ومسلم ہے کہ حرام مال میں برکت نہیں ہوتی، مقدار میں زیادہ ہونے کے باوجود اس سے وہ نفع نہیں ہوتا جو حلال مال سے ہوتا ہے۔ اور اس بے برکتی کی مختلف صورتیں ہیں:

ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالے اس پر مصائب بھیج دیتے ہیں، اور وہ مال بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿ يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَ يُرۡبِي الصَّدَقَاتِ، وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيۡمٍ ﴾ [البقرة: ٢٧٥]

(ترجمہ: اللہ تعالے سود کو گھٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں، اور اللہ تعالے کسی بھی گنہ گار کافر سے محبت نہیں کرتے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سود جو کہ حرام ہے اللہ اس کو گھٹاتے ہیں، اس گھٹانے سے مراد بہت سے علماء نے یہی لیا ہے کہ اللہ تعالے اس کو ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔ بلکہ ایک حدیث میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ سود اگر چہ بڑھ جائے لیکن اس کا انجام قلت و کمی ہی ہوگا۔(۱)

معلوم ہوا کہ سود جو کہ منجملہ حرام چیزوں کے ہے، اس کا انجام ہلاکت و تباہی و بربادی کی صورت میں ہوتا ہے۔

---

(۱) ابن ماجہ: ۲۲۷۰، مسند احمد: ۴۰۲۶، مستدرک: ۴۳/۲، معجم کبیر: ۲۲۳/۱۰، شعب الایمان: ۳۹۲/۴

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے، بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے، جیسے کہ ربا اور سٹے کے بازاروں میں اس کا ہمیشہ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے کروڑ پتی اور سرمایایہ دار دیکھتے دیکھتے دیوالیہ اور فقیر بن جاتے ہیں۔ بے سود کی تجارتوں میں بھی نفع و نقصان کے احتمالات رہتے ہیں، اور بہت سے تاجروں کو نقصان بھی کسی تجارت میں ہو جاتا ہے، لیکن ایسا نقصان کہ کل کروڑ پتی تھا اور آج ایک ایک پیسہ کی بھیک کا محتاج ہے، یہ صرف سود اور سٹے کے بازاروں میں ہی ہوتا ہے، اور اہل تجربہ کے بے شمار بیانات اس بارے میں مشہور و معروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ عموماً پائیدار و باقی نہیں رہتا، جس کا فائدہ اولاد اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آ کر اس کو برباد کر دیتی ہے، حضرت معمرؒ نے فرمایا کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ سودخوری پر چالیس سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر محاق آ جاتا ہے۔[1]

ایک صورت بے برکتی کی یہ ہے کہ مال تو ہوگا مگر مال سے جو مقصود ہے یعنی سکون کی زندگی وہ میسر نہ ہوگی، چنانچہ پہلے لوگوں اور ہمارے اسلاف کی بنسبت آج کے لوگوں کے پاس مال تو بے حد ہے اور ہر قسم کا مال موجود ہے، مگر اس مال کی فراوانی

(۱) معارف القرآن: ۵۹۰/۱-۵۹۱

کے باوجود راحت وسکون حاصل نہیں، بلکہ مال میں اضافہ کے ساتھ ساتھ بے چینی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے، یہی سب سے بڑی بے برکتی ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ حرام مال سے جو کام کرنا چاہتے ہیں وہ ہوتے ہوتے رک جاتا ہے اور کام ادھورارہ جاتا ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ مال محض رکھنے کے لیے نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے نہ کسی کا پیٹ بھر سکتا ہے اور نہ پیاس بجھ سکتی ہے، نہ گرمی سے حفاظت ہوسکتی ہے اور نہ سردی سے بچاؤ ہوسکتا ہے،لہٰذا ہر عقلمند کے نزدیک مال بذات خود کوئی مقصود شیٔ نہیں ہے بلکہ یہ دنیا میں اپنی ضرورت وحاجت کو پورا کرنے کا اور راحت وعزت کے حصول کا ذریعہ ہے،اوراس سے اپنے یہی کام بنانا مقصود ہوتا ہے،مگر مال حرام کو اللہ تعالے اس قدر بے برکت بنا دیتے ہیں کہ اس سے کام بنتے نہیں، بلکہ اور زیادہ بگڑتے ہیں۔

اوپر جو حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے گزری،اس میں مال حرام میں بے برکتی کا ذکر ہے،اوراس بے برکتی سے یہ ساری صورتیں مراد ہیں۔

حرام کھانے والے کے اعمال مقبول نہیں:

مال حرام سے ایک نحوست یہ آتی ہے کہ اس کے استعمال کرنے والے کا نہ کوئی عمل قبول ہوتا ہے اور نہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

عمل قبول نہ ہونے کی وعید متعدد احادیث میں آئی ہے:

(ا) حضرت ابن عباسؓ سے ایک لمبی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی مستجاب الدعوۃ ہونے کے لیے دعاء کی درخواست پر ان کو حلال کھانے کا اہتمام کرنے کی تاکید کی، پھر فرمایا کہ:

’’وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْذِفُ اللُّقْمَةَ الْحَرَامَ فِيْ

جَوْفِهِ مَا يُتَقَبَّلُ مِنْهُ عَمَلٌ أَرْبَعِيْنَ يَوْماً،وَأَيُّمَا عَبْدٍ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنَ السُّحْتِ وَالرِّبَا فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهٖ"

(یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، بلاشبہ بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو اس کی چالیس دن کا عمل قبول نہیں کیا جاتا، اور جس بندہ کا جسم حرام وسود سے بنا ہو اس کے لیے دوزخ ہی لائق ہے)۔(۱)

ایک حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی کپڑا دس درھم میں خریدا اور ان میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا، یہ کہکر حضرت ابن عمر نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈالیں اور فرمایا کہ اگر میں نے اس حدیث کو اللہ کے رسول سے نہ سنا ہو تو یہ بہرے ہو جائیں۔(۲)

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:" إِذَا أَدَّيْتَ زَكَاةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ ، وَمَنْ جَمَعَ مَالًا حَرَاماً ، ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيْهِ أَجْرٌ وَكَانَ إِصْرُهُ عَلَيْهِ "

(اگر تو نے اپنے مال کی زکاۃ دیدی تو تو نے اپنے ذمہ داری پوری کردی، اور جس نے مال حرام جمع کیا پھر اس سے صدقہ دیا تو اس کو اس میں کوئی اجر نہیں ہے اور الٹا اس کا گناہ اس پر آئے گا)۔(۳)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام لقمہ، وحرام کپڑا وغیرہ کا استعمال انسان کے عمل کو قبولیت سے محروم کر دیتا ہے، اور اس کے سارے اعمال ضائع جاتے ہیں، یہ تو نماز وروزہ، صدقہ وزکاۃ ادا کر کے یہ سمجھتا ہے کہ میں نے تو یہ اور وہ عمل کیا ہے، مگر

(۱) معجم اوسط: ۳۱۱/۶ (۲) مسند احمد: ۵۷۳۲، مسند عبد بن حمید: ۲۶۷/۱، شعب الایمان: ۱۴۲/۵
(۳) صحیح ابن حبان: ۱۱/۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰/۴، مستدرک: ۵۴۸/۱، منتقی ابن جارود: ۹۲/۱

جب اللہ کے دربار میں جائے گا تو وہاں اس کا نامۂ عمل ان عبادات سے خالی ہوگا، اور ان پر اسے کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا، بلکہ الٹا عذاب و گناہ ہوگا، سوچیں کہ کیا یہ انتہائی حسرت وافسوس کا مقام نہ ہوگا؟

اور دعاؤں کا قبول نہ ہونا بھی احادیث میں آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اے لوگو! اللہ تعالے پاک ہے، وہ پاک چیز ہی قبول کرتا ہے، اور اللہ تعالے نے مومنین کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے، پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں: ﴿ **يَاأَيُّهَاالرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اعْمَلُوا صَالِحاً** ﴾ [مؤمنون : ۵۱] (اے رسولو! کھاؤ حلال چیزیں اور نیک عمل کرو) اور ﴿ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَارَزَقْنَاكُمْ** ﴾ [البقرة: ۱۷۲] (اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ)، پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو دور دراز سے سفر کر کے (کسی متبرک جگہ) آیا اس طرح کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور سر سے پاؤں تک وہ غبار میں اٹا ہوا تھا، اور وہ خوب گڑ گڑا کر دعا کر رہا تھا اور کہا: اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا پینا حرام مال سے ہے، اس کا لباس حرام ہے، اور اس کی پرورش حرام سے ہوئی ہے، تو اس حالت میں اس کی یہ دعا کیونکر قبول ہوگی؟۔ (۱)

یہاں سے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا جو بعض بلکہ اکثر لوگ کیا کرتے ہیں کہ ہم بڑی دعائیں کرتے ہیں، اور اس پر ہفتے اور مہینے ہی نہیں بلکہ سالہا سال گزر جاتے ہیں، مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، آخر ہماری دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

حدیث نے اس کا جواب دے دیا کہ حرام غذا اور حرام لباس اختیار کرنے

(۱) مسلم ۱۶۸۶، ترمذی ۲۹۱۵، مسند احمد: ۸۳۳۰، عبدالرزاق: ۲۰/۵، سنن بیہقی: ۳۴۶/۳

والوں کی دعا قبول نہیں کی جاتی، آج بہت سے مسلمان بلکہ نمازی، حاجی اور بڑی بڑی دینی خدمات میں لگے ہوئے لوگ حرام سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے، پھران کی دعائیں کیوں کر قبول ہونگی؟

حرام کھانے کی اُخروی سزا:

یہ تو دنیا میں حرام چیزوں کے استعمال کی نحوست ہے اور آخرت میں اس کی سزا اور عذاب یہ ہے کہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ " لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ ، اَلنَّارُ أَوْلٰى بِهٖ "(جو جسم حرام سے پرورش پایا ہو وہ جنت میں نہ جا سکے گا اور اس جسم کے لیے دوزخ زیادہ لائق ہے"۔(۱)

(۲) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ " لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ ، اَلنَّارُ أَوْلٰى بِهٖ " (جو جسم حرام سے پرورش پایا ہو وہ جنت میں نہ جا سکے گا اور اس جسم کے لیے دوزخ زیادہ لائق ہے"۔(۲)

(۳) اور بعینہ یہی بات رسول اللہ ﷺ سے متعدد صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہم نے بھی روایت فرمائی ہے۔(۳)

(۴) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے

---

(۱) مسند احمد: ۱۴۴۸۱، ابن حبان: ۹/۵، مستدرک: ۱۴۱/۴، مسند عبد بن حمید: ۳۴۵/۱

(۲) معجم کبیر: ۱۴۱/۱۹، معجم اوسط: ۳۷۸/۴، ترمذی: ۶۱۴

(۳) معجم کبیر: ۲۱۷/۱۱، معجم اوسط: ۲۲۲/۴، ومعجم اوسط: ۳۸۰/۶، حلیۃ الاولیاء: ۲۸۱/۱،

کہ " لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بِالْحَرَامِ "(جو جسم حرام غذا سے پرورش پایا ہو وہ جنت میں نہ جا سکے گا)۔(۱)

(۵) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ:" مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَ الْمَالَ لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ مِنْ أَيِّ بَابٍ أَدْخَلَهُ النَّارَ "(جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں سے اور کیسے کمائے (یعنی حلال کمائی کی فکر نہیں کرتا) تو اللہ کو بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ دوزخ کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے)۔(۲)

(۶) ایک اور عبرتناک حدیث قابل ملاحظہ ولائق توجہ ہے، اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''قیامت کے دن کچھ لوگوں کو لایا جائے گا جن کے پاس تہامہ کے پہاڑ کے برابر نیکیاں ہوں گی، یہاں تک کہ جب ان کو اللہ کے پاس لایا جائے گا تو اللہ تعالی ان کے اعمال کو اڑتی ہوئی دھول کی طرح کر دیں گے اور ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ کیوں ہوگا؟ فرمایا کہ " كَانُوا يُصَلُّوْنَ وَ يَصُوْمُوْنَ وَ يُزَكُّوْنَ وَ يَحُجُّوْنَ ، غَيْرَ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا عَرَضَ لَهُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْحَرَامِ أَخَذُوْهُ ، فَأَحْبَطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ "(یہ لوگ نماز پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے، زکوۃ دیتے تھے، حج کرتے تھے، لیکن حرام مال سامنے آتا تو اس کو لے لیتے تھے، لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال کو حبط کر دیا۔(۳)

یہ چند احادیث ہیں، ان میں غور کیجئے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حرام سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائے گا اور دوزخ اس کے لیے زیادہ موزوں اور لائق ہے۔ ہم میں سے کوئی کیا جہنم میں جانا چاہتا ہے؟ کیا وہاں کے عذابات برداشت کرنے کی کسی میں سکت ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کیا ہمیں حرام مال و

(۱) معجم اوسط:۱۱۳/۶، مسند ابو یعلی:۸۴/۱، مسند البزار:۱۰۵/۱ (۲) الکبائر للذہبی:۱۱۹ (۳) الکبائر:۱۲۱

حرام غذاؤں اور حرام لباس و پوشاک بلکہ ہر حرام چیز سے بچنا لازمی نہیں کہ ہم جہنم سے بچ سکیں؟

حضرات صحابہ کی حرام سے احتیاط:

اب ہم ذرا اس پر بھی نظر کر لیں کہ ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں حرام و حلال کی تمیز، اور حرام سے اجتناب کا کیا حال تھا؟ تاریخ وسیرت کی کتابیں دیکھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضراتِ صحابہ اور سلف صالحین حرام چیزوں سے نہایت درجہ احتیاط کرتے تھے۔

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت کا ایک غلام تھا، وہ ایک دن کچھ کھانا لایا، حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ کھالیا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کھانا حرام ہے، کیونکہ غلام نے بتایا کہ وہ جاہلیت میں لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا تھا، یہ کھانا اسی کے عوض میں ملا نا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ تجھ پر تف ہے؛ تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پھر آپ نے منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کرنا چاہا، مگر قے نہ ہوئی۔ لوگوں نے کہا پانی پینے سے قے ہوگی۔ آپ نے پانی منگوایا اور آپ پانی پیتے جاتے اور قے کرتے جاتے، یہاں تک کہ پورا کھانا نکل آیا۔

لوگوں نے کہا کہ اس ایک لقمہ کے لیے آپ نے اتنی مشکل اٹھائی؟ فرمایا کہ اگر اس کے لیے میری جان بھی چلی جاتی تو بھی میں ضرور اس کو نکالتا، کیونکہ میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو جسم حرام سے پلا ہو وہ دوزخ کے زیادہ لائق ہے۔(۱)

(۲) اسی طرح کا واقعہ حضرت عمرؓ سے بھی کتب حدیث میں آیا ہے کہ آپ

---

(۱) صفوۃ الصفوۃ: ۱/۲۵۲، حلیۃ الاولیاء: ۱/۳۱، ریاض النضرۃ: ۲/۱۴۱

نے ایک مرتبہ دودھ پیا، اور اس کا مزہ کچھ عجیب معلوم ہوا، آپ نے دودھ لانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کیسا اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں جنگل میں گیا تھا، وہاں زکوٰۃ کے اونٹ چر رہے تھے، یہ دودھ انہی اونٹوں کا ہے، آپ نے یہ سن کر فوراً قے کر دیا، کیونکہ یہ دودھ زکوٰۃ کے اونٹوں کا آپ کے لیے حلال نہ تھا۔ (۱)

(۳) اسماعیل بن محمدؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں بحرین سے مشک وعنبر آیا، آپ نے کہا کہ واللہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی اچھی طرح تولنے والی عورت ہو جو اس مشک وعنبر کو تولے، تاکہ میں اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کروں، یہ سن کر آپ کی زوجہ حضرت عاتکہ بنت زید نے عرض کیا کہ مجھے اچھی طرح تولنا آتا ہے، دیجئے میں تول دوں، آپ نے فرمایا کہ نہیں، انہوں نے پوچھا کہ کیوں؟ فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس سے تم کچھ لے لو، اس طرح کہ تم اپنی گردن پوچھو اور اس کو یہ لگ جائے۔ (۲)

(۴) حضرت عطارہ کہتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو بیت المال کا عطر (مشک وعنبر) دیتے، وہ اس کو فروخت کرتی تھیں، ضرورت پر اس کو اپنے دانتوں سے توڑتی تھیں، اور اس میں سے کچھ ہاتوں پر لگ جاتا، ایک دفعہ ایسا ہی ہوا تو انہوں نے اپنے دوپٹہ سے پوچھ لیا، حضرت عمر گھر آئے تو فرمایا کہ یہ کیا خوشبو ہے؟ ان کی زوجہ نے واقعہ بتایا، تو فرمایا کہ مسلمانوں کا عطر اور تم نے اس کو استعمال کر لیا؟ پھر ان کا دوپٹہ اتارا اور پانی سے دھوتے جاتے اور سونگتے جاتے تھے، جب تک وہ خوشبو رہی، برابر اس کو دھوتے رہے۔ (۳)

(۵) بنو ثقیف کے ایک شخص کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے ایک گاؤں

---

(۱) مؤطا مالک: ۲۶۹/۱، سنن بیہقی: ۱۴/۷، شعب الایمان: ۶۰/۵ (۲) کتاب الورع للامام احمد: ۳۷، کتاب الزھد لابن ابی عاصم: ۱۱۹/۱ (۳) الورع: ۳۷-۳۸

"عکبری" کا گورنر بنایا، وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے حکم دیا کہ ظہر کی نماز میرے پاس پڑھو، میں حاضر ہوا، اور کسی نے مجھے آپ تک جانے سے نہیں روکا، آپ کے پاس پانی کا ایک کوزہ اور ایک پیالہ رکھا تھا، آپ نے شیشہ کے برتن سے ستو نکال کر پیا، وہ شخص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! کیا عراق میں اس طرح کیا جاتا ہے؟ جبکہ عراق میں کھانے کی بڑی فراوانی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کنجوسی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا ہے، بلکہ میں پیٹ میں حلال چیز کے علاوہ کسی چیز کو داخل کرنا مکروہ سمجھتا ہوں۔ (۱)

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نہ صرف حرام سے بلکہ مشتبہ چیزوں سے بھی کس قدر احتیاط برتتے تھے اور اس کا ان حضرات کو کتنا اہتمام تھا۔

❁ بزرگانِ دین کی حرام سے احتیاط:

اس کے بعد تابعین و بزرگانِ دین کی اس سلسلہ میں احتیاط بھی ملاحظہ کیجئے تا کہ ہمارے اندر بھی کچھ احتیاط کا مادہ پیدا ہو جائے۔

(۱) حضرت عمر بن عبد العزیز کی جانب سے بیت المال کے عطر پر مقرر کردہ نگراں عبد اللہ بن راشد کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں بیت المال کا وہ عطر لایا جو ان سے قبل خلفاء کے لیے تیار کیا جاتا تھا، تو آپ نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا، اور فرمایا کہ عطر سے خوشبو ہی تو لی جاتی ہے۔ عبد اللہ بن راشد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا یہ بات میں آپ کی طرف سے روایت کر سکتا ہوں؟ تو آپ نے اجازت دی۔ (۲)

(۲) بشر بن حارث کہتے ہیں کہ معافی بن عمران فرماتے تھے کہ گزشتہ زمانے

---

(۱) الورع: ۵۷ (۲) الورع: ۳۷

میں اہل علم میں سے دس آدمی ایسے تھے جو حلال کے سلسلہ میں بہت سخت نظر رکھتے تھے، ان کے پیٹ میں کوئی ایسی چیز داخل نہ ہوتی تھی جس کے بارے میں وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ یہ حلال ہے، اگر یہ بات معلوم نہ ہوتی تو پانی پر کفایت کر لیتے تھے، پھر حضرت بشر نے ان حضرات کے نام شمار کئے، وہ یہ تھے: ابراہیم بن ادہم، سلیمان الخواص، علی بن الفضیل، ابومعاویہ الاسود، یوسف بن اسباط، وھیب بن الورد، حذیفہ اہل حران میں سے، اور داؤد طائی وغیرہ۔(۱)

(۳) امام غزالی نے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ ایک صاحب کے پاس حالت نزع میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی اثناء میں ان صاحب کا انتقال ہوگیا، اور وہاں ایک چراغ جل رہا تھا، ان بزرگ نے کہا کہ یہ چراغ بجھا دو، کیونکہ اس چراغ کے تیل میں اب اس میت کے وارثین کا حق ہوگیا ہے۔ یعنی اب ان کی اجازت کے بغیر اس کا جلانا اور اس سے استفادہ کرنا جائز نہیں۔(۲)

(۴) علامہ ذہبیؒ نے کتاب الکبائر میں لکھا ہے کہ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ ان کے انتقال کے بعد وہ کسی کے خواب میں آئے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ انہوں نے کہا کہ اچھا ہوا مگر مجھے جنت سے روک دیا گیا ہے کیونکہ میں نے ایک سوئی کسی سے عاریۃً لیا تھا، مگر اس کو واپس نہیں کیا تھا۔(۳)

(۵) حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ وہ دہلی سے اپنے وطن کاندھلہ آنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک بہلی (گاڑی) کرایہ پر لی اور چل پڑے، راستہ میں بہلی والے سے گفتگو فرمانے لگے، گفتگو کے درمیان گاڑی بان

---

(۱) الورع: ۱/۱۰ (۲) احیاء العلوم: ۲/۹۶ (۳) الکبائر: ۱۲۱

نے بتایا کہ یہ گاڑی ایک رنڈی کی ہے، میں کرایہ پر اس کو چلاتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت پیشاب کے بہانہ گاڑی سے اُتر گئے، پیشاب کیا اور بہلی والے سے کہا کہ بیٹھ کر ٹانگیں شل ہوگئی ہیں، ذرا چلنا چاہتا ہوں، تم گاڑی لے کر چلو، میں پیدل چلتا ہوں۔ کافی دور جانے کے بعد گاڑی بان نے عرض کیا کہ حضرت اب بیٹھ جائیے۔ حضرت نے پھر ٹال دیا۔ آخر کار وہ گاڑی بان سمجھ گیا اور کہا کہ آپ رنڈی کی گاڑی پر بیٹھنا نہیں چاہتے ہیں۔ حضرت نے اس کو کاندھلہ لا کر اس کی مزدوری دے دی، مگر پورا راستہ پیدل ہی تشریف لائے۔ (۱)

یہ تمام واقعات نہایت عبرت انگیز اور ہماری آنکھیں کھولنے والے ہیں، جن میں اکابرین کا حلال وحرام کے سلسلہ میں غایت تقوی اور انتہائی احتیاط ظاہر ہوتا ہے۔

۞ حلال وحرام کے بارے میں اقوال اکابر:

اب آیئے، واقعات کے بعد حلال وحرام کے بارے میں ہمارے سلف صالحین و بزرگان امت کے اقوال بھی ملاحظہ کرتے چلیں، اور ان سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔

(۱) حضرت یوسف بن اسباطؒ کہتے ہیں کہ جب کوئی جوان عبادت میں لگتا ہے تو ابلیس (اپنی ذریت سے) کہتا ہے کہ دیکھو اس کا کھانا کیا ہے؟ اگر اس کا کھانا حرام ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اس کو نہ چھیڑو، تا کہ وہ مجاہدہ کرتا رہے اور تکلیف اُٹھاتا رہے، کیونکہ وہ حرام کھانے کی وجہ سے خود ہی اپنی ہلاکت کے لیے کافی ہے۔ (۲)

(۲) حضرت سری سقطی کہتے ہیں کہ نجات تین باتوں میں ہے: حلال غذا،

---

(۱) ارواح ثلاثہ: ۲۱۴ (۲) شعب الایمان: ۶۰/۵

کمال تقوی اور راہ ہدایت۔(۱)

(۳) اسحاق الانصاری کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ مرعشی نے لوگوں کو صف اول کے لیے دوڑتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ مناسب ہوتا کہ یہ لوگ حلال کے حاصل کرنے کی طرف ایسا ہی دوڑتے۔(۲)

(۴) حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری سے پوچھا گیا کہ صف اول کی فضیلت کیا ہے؟ فرمایا کہ تیری روٹی کا وہ ٹکڑا جو تو کھاتا ہے اس کو دیکھ کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ پھر آخری صف ہی میں کھڑا ہو جانا۔(۳)

(۵) سھل بن عبداللہ تستری کہتے ہیں کہ ہمارے (صوفیاء کے) پانچ اصول ہیں: کتاب اللہ کو تھامنا، رسول اللہ کی اقتداء، حلال کھانا، گناہوں سے بچنا، حقوق کی ادائیگی۔(۴)

(۶) شعیب بن حرب نے فرمایا کہ نیکی کے دس اجزاء ہیں اور ان میں سے نو اجزاء تو حلال کمائی کی طلب میں ہیں۔(۵)

(۷) حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے کہا کہ طاعت وعبادت اللہ کے خزائن میں سے ایک خزانہ ہے، مگر اس کی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہیں۔(۶)

(۸) حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا کہ جو حرام کھانا کھاتا ہے اس کے اعضاء نافرمانی کرتے ہیں، خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے، اور خواہ اس کا اسے علم ہو یا نہ ہو، اور جو حلال کھاتا ہے اس کے اعضاء اطاعت کرتے ہیں، اور خیر کے کاموں کے لیے وقف ہوتے ہیں۔(۷)

خلاصہ یہ کہ قرآن وحدیث میں ایک طرف حلال کمائی کی تلاش وفکر اور حلال

---

(۱) شعب الایمان: ۶۰/۵ (۲) شعب الایمان: ۶۰/۵ (۳) شعب الایمان: ۶۱/۵ (۴) شعب الایمان: ۶۰/۵، (۵) کتاب الورع: ۹/۱ (۶) احیاء العلوم: ۹۱/۲ (۷) احیاء العلوم: ۹۱/۲

چیزوں کو کھانے اور استعمال کرنے کی ترغیب اور اس کی برکات کا ذکر ہے تو دوسری طرف حرام کمائی کی برائی، اکل حرام پر دوزخ اور سخت عذاب کی دھمکی اور اس کی نحوست و بے برکتی کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور سلف صالحین وحضرات صحابہ نے اپنی زندگی میں اسی کے مطابق چل کر ہمارے لیے نمونہ چھوڑا ہے۔ اگر ہم بھی اسی طرح حلال کی تلاش وفکر کریں گے اور حرام سے بچیں گے تو ہمیں بھی ہمارے مالوں میں وہی برکتیں نظر آئیں گی جو ان حضرات کو نظر آتی تھیں، پھر آخرت میں بھی ہم کامیابی ونجات کے حقدار ہوں گے۔

ہمارا معاشرہ غلط روش پر:

اب ذرا ہمارے ماحول ومعاشرہ پر نظر ڈالیے اور جائزہ لیجئے کہ وہ کہاں تک اس کے مطابق ہے؟ ہر شخص کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ ہمارا معاشرہ قرآن وحدیث اور اسوۂ اسلاف سے بہت کچھ ہٹا ہوا اور غلط روش پر قائم ہو گیا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ اب حرام وحلال کی تمیز بہت کم لوگوں میں رہ گئی ہے اور حرام چیزوں کو نئی نئی شکلوں اور صورتوں میں لا کر حرام کو بھی حلال قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، تجارت وکاروبار میں بھی حرام ونا جائز صورتوں کو داخل کیا جا رہا ہے، خاص طور پر سُود کی عجیب عجیب پیچیدار شکلیں تراشی اور رواج دی جا رہی ہیں اور مسلمان اسلامی تعلیمات سے غافل ہو کر انہیں اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ نیز حرام پیشوں، حرام ملازمتوں کے علاوہ چوری، غصب، حقوق کی پامالی، رشوت وغیرہ کی مختلف شکلوں سے لوگ حرام میں مبتلا وملوث ہیں۔

اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کسی زمانے کے بارے میں جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ شاید یہی زمانہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

’’ یَـأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَايُبَالِيْ الْمَرْءُ مَـا أَخَذَ مِنْـهُ ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ ‘‘

(لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں آدمی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ کہاں سے مال لے رہا ہے، حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے)۔(۱)

لہذا یہاں پر میں عرض کروں گا کہ ایک دفعہ گذشتہ صفحات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ حرام پر کیسی سخت دھمکیاں اور وعیدیں آئی ہیں۔ اللہ حفاظت کرے۔

❁ حصول حلال کے چند اہم اصول:

اب ہم یہاں حصول رزق حلال کے لیے چند اہم اصول کی طرف نشاندہی کرتے ہیں، جن کا جاننا اس سلسلہ میں انتہائی ضروری ہے۔

(۱) اسلام میں جن ذرائع آمدنی کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کے ذریعہ کمائی کرنا یا آمدنی بڑھانا سراسر حرام و ناجائز ہوگا، مثلاً سود لینا، رشوت لینا، جوا بازی، چوری کرنا یا ڈکیتی ڈالنا، یا غصب کرنا یا ظلم و زور سے کسی کا مال لینا وغیرہ، ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام میں یہ سب ناجائز کام ہیں، اور ان کو ذریعۂ آمدنی بنانا قطعاً حرام ہے۔

❁ سود کی حرمت:

سود کی حرمت کس سے پوشیدہ ہے؟ مسلمان ہی نہیں کافر بھی جانتے ہیں کہ اسلام میں سود حرام ہے۔ نیز اس پر سخت ترین وعیدیں آئی ہیں۔ اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ فرمائیے۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ:

(۱) ﴿يَـٰٓأَيُّـهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَـٰٓا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ، وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [اٰل عمران: ۱۳۰]

(۱) بخاری: ۱۹۵۴، احمد: ۹۶۱۸، دارمی: ۳۲۱/۲، ابن حبان: ۱۲۰/۵۱، سنن بیہقی: ۲۶۴/۵

(ترجمہ: اے ایمان والو! تم سود کو بڑھا چڑھا کر نہ کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

(۲)﴿ یَـا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّـقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَـا بَقِیَ مِنَ الرِّبَـا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ، فَـإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِـهٖ، وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُ وْسُ أَمْوَالِكُمْ ،لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة:۲۷۸-۲۷۹]

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود کی رقم باقی ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو، پس اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ و رسول سے جنگ کا اعلان کر دو، اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تم کو تمہاری اصل رقم ملے گی، نہ تو تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا)

(۳)﴿ اَلَّذِیْنَ یَـأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرة:۲۷۵]

(ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اس شخص کی طرح اُٹھیں گے جیسے وہ شخص جس کو شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو)

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

''قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ سود خوار محشر میں پاگل یا مجنون ہو کر اٹھیں گے، بلکہ دیوانہ پن یا بے ہوشی کی ایک خاص صورت کا ذکر کیا ہے، کہ جیسے کسی کو شیطان نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو، اس میں شاید یہ اشارہ ہے کہ بے ہوش و مجنون تو بعض اوقات چپ چاپ پڑا بھی رہتا ہے، ان کا یہ حال نہ ہو گا بلکہ شیطان کے خبطی بنائے ہوؤں کی طرح بکواس اور ہذیان اور دوسری مجنونانہ حرکتوں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

اور شاید اس طرف بھی اشارہ ہو کہ بیماری سے بے ہوش یا مجنون ہو جانے کے بعد چونکہ احساس بالکل باطل ہو جاتا ہے، اس کو تکلیف یا عذاب کا بھی احساس نہیں رہتا، ان کا یہ حال نہ ہوگا، بلکہ آسیب زدہ کی طرح تکلیف وعذاب کو پوری طرح محسوس کرے گا۔

اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ جرم وسزا میں کوئی مناسبت ہونی چاہئے ،اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو سزا کسی شخص یا جماعت کے کسی جرم کے مقابلہ میں کی جاتی ہے، وہ یقیناً اس جرم کے مناسب ہوتی ہے، اس لیے سودخواروں کو خبطی بنا کر محشر میں اُٹھانا شاید اس کا اظہار ہے کہ سودخوار روپے پیسہ کی حرص میں اس قدر مدہوش ہوتا ہے کہ اس کو نہ کسی غریب پر رحم آتا ہے نہ کسی کی شرم مانع ہوتی ہے، وہ چونکہ اپنی زندگی میں درحقیقت بے ہوش تھا، اس لیے محشر میں بھی اسی حالت میں اُٹھایا گیا، یا یہ سزا اس لیے دی گئی کہ دنیا میں اس نے عقلی رنگ میں اپنی بے عقلی کو ظاہر کیا کہ بیع کو مثل سود قرار دیا، اس لیے اس کو بے عقل کر کے اُٹھایا گیا۔(۱)

آیات کے بعد احادیث بھی لیجئے،

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: **"لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَ مُوْكِلَهُ وَ كَاتِبَهُ وَ شَاهِدَهُ وَقَالَ :هُمْ سَوَاءٌ "** (رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کو لکھنے والے، اس پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں)۔(۲)

(۲) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے ایک مقدس زمین کو لے گئے، پس ہم سب چلتے رہے

(۱) معارف القرآن: ۱/۵۸۸ (۲) مسلم: ۲۹۹۵، مسند احمد: ۱۳۷۴۴

یہاں تک کہ خون کی ایک نہر کے پاس آئے جس میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اس کے کنارے پر تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے، جب وہ نہر والا آدمی سامنے آتا اور نکلنے کا ارادہ کرتا تو یہ کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر سے مارتا اور وہیں پہنچا دیتا جہاں وہ پہلے تھا، پس جب بھی وہ نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس کو اسی طرح مار کر لوٹا دیتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان دو شخصوں سے (جو درحقیقت اللہ کے فرشتے تھے) پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو کہا کہ یہ سود خوار ہے۔(۱)

(۳) حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " دِرْهَمٌ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَ ثَلاثِيْنَ زَنْيَةً " (سود کے طور پر ایک درہم جو آدمی کھالے جبکہ وہ جانتا بھی ہو یہ چھتیس مرتبہ زنا سے زیادہ سخت ہے)(۲)

(۴) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:" **الربا اثنان و سبعون بابا ،أدناها مثل إتيان الرجل أمه** "(سود کے بہتر باب ہیں ، ان میں سے ادنی درجہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے منہ کالا کرے)(۳)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں ایک قوم پر گزرا جن کے پیٹ گھروں کے مانند تھے جن میں سانپ تھے جو باہر سے دکھائی دے رہے تھے میں نے پوچھا کہ جبریل! یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ سود خوار لوگ ہیں۔(۴)

یہ چند احادیث اس بات کو جاننے کے لیے کافی ہیں کہ اسلام میں سود و ربا

(۱) بخاری:۲۹۴۳،احمد:۱۹۲۳۶(۲) مسند احمد:۲۰۹۵۱،کنز العمال: حدیث:۹۷۵۷(۳) معجم الاوسط: ۱۵۸/۷(۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵/۷،مسند حارث: ۱۶۹/۱،کنز العمال: ۹۷۶۲

نہایت درجہ مذموم اور حرام اور ایک بدترین چیز ہے، اور اسلامی معاشرہ میں اس کے پلنے بڑھنے یا پنپنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

بینک انٹرسٹ کا رواج:

مگر ہائے افسوس کہ آج مسلمانوں کا ایک اچھا خاصا طبقہ سود کی اس لعنت میں گرفتار ہے، اور بعض تو حیلوں بہانوں سے اس میں مبتلا ہیں، اور فرضی ضروریات و حاجات کی بنیاد پر اس کو جائز کر لینے کی فکر کرتے ہیں۔ جب سے سرمایہ دارانہ نظام جس کی بنیاد ہی سود و قمار پر ہے، کا رواج ہوا ہے اور بینکنگ سسٹم قائم ہوا ہے اس وقت سے سود خواری کی شرح مسلمانوں کے اندر خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے، اور سب سے بڑی خطرے کی بات یہ ہے کہ سود خواری کے ساتھ اس سود خواری کی حرمت کا تصور بھی تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے، عام طور پر اپنا روپیہ بینکوں میں رکھتے اور اس پر سود وصول کرتے ہیں، پھر اس میں بعض لوگ تو وہ سود خود کھا جاتے ہیں اور بعض صدقہ دے دیتے ہیں مگر ہر صورت میں سود لینے کے گناہ میں ملوث ہوتے ہیں۔ جس طرح سود کھانا حرام ہے، اسی طرح سودی معاملہ میں شرکت اور اس کا وصول کرنا بھی حرام ہے۔

اس سے زیادہ افسوس یہ کہ بعض لوگ اپنے چھوٹے بچوں کے نام مختصر سی رقم بینک میں داخل کر دیتے ہیں اور یہ سود در سود ہو کر بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ جب وہ بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور شادی کے لائق ہو جاتا ہے تو وہ رقم نکال کر شادی کا نظم کیا جاتا ہے، لڑکی ہو تو اس کا جہیز اور اس کے نوشہ کے لیے جوڑا مہیا کیا جاتا ہے۔

اور دوسری طرف اپنے آپ کو ماڈرن اور پڑھے لکھے، حالات زمانہ سے واقف کار، اور امراض امت کے نبض شناس کہلانے والے لوگ ہیں جو نہایت بے شرمی

کے ساتھ صاف وعلی الاعلان اس جرم میں مبتلا ہیں، اور سود کی اس لعنت کو مسلمانوں کی زبوں حالی کا واحد علاج سمجھتے ہیں۔ اوران میں ایک دوسرا طبقہ وہ ہے جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اسلام میں جس سود سے منع کیا گیا ہے وہ مہاجنی سود ہے جو آدمی کی اپنی ذاتی ضروریات پر دیئے گئے قرضہ پر وصول کیا جاتا تھا، اس میں وہ سود داخل نہیں جو آج کمرشیل بیس (COMMERCIAL-BASE) پر بینکنگ سسٹم میں دیا اور لیا جاتا ہے، ان لوگوں کا دعوی ہے کہ یہ سود نعوذ باللہ اسلام میں جائز ہے؛ کیونکہ اس سود کا اُس زمانے میں رواج ہی نہیں تھا جب قرآن نازل ہورہا تھا، اس وقت تو صرف مہاجنی سود کا دنیا میں رواج تھا، اس لیے اسلام میں اُس وقت رائج سود کو ناجائز قرار دیا گیا، مگر اس دلیل کا بودہ پن اور کمزوری بلکہ بطلان اہل نظر سے مخفی نہیں، ہم اس وقت ان کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے، کیونکہ اس کے لیے دوسرا موقعہ ہے، اور ہم نے اس طبقہ کے دلائل کا جائزہ اور ان کا مدلل جواب ہمارے ''فقہی مقالات'' میں دیدیا ہے، یہ موقعہ اس کا نہیں، جو ذوق رکھتے ہوں وہ ہمارے ''فقہی مقالات'' کی طرف رجوع کریں۔

اس وقت صرف اسلام سے عقیدت ومحبت رکھنے والے ان حضرات سے گفتگو مقصود ہے جو نفس وشیطان کی چالوں میں آکر اس لعنت میں مبتلا ہو گئے ہیں، اور اسلام کی ان تعلیمات کے سامنے آجانے سے ان کے دل میں نور ہدایت جگمگانے لگتا ہے، ہم ان سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خدارا غور کرو کہ قرآن وحدیث نے سود کو کس قدر برا قرار دیا ہے اور اس پر کیسی کیسی اور کس قدر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

❁ مارٹ گیج کا حکم:

سود کی ایک خاص شکل جو اس زمانے میں ہمارے ان علاقوں میں رواج

پارہی ہے وہ مارٹ گیج کی صورت ہے۔عوام الناس اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں پیسہ پر سود نہیں اور مکان کا کرایہ نہیں۔ مگر غور کیجئے کہ مکان میں جو شخص سکونت پذیر ہوتا ہے اور مکان سے فائدہ اٹھاتا ہے، یہ مکان سے فائدہ حاصل کرنا روپے پیسہ کا سُود نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر مالک مکان کو روپے پیسے نہ دئے جاتے تو وہ بغیر کرایہ کے اپنا مکان کسی کو دیتا؟ بس یہ پیسوں کی وجہ سے بلا کرایہ مکان دیا گیا ہے، یہی اس پیسہ کا سُود ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

"كُلُّ قَرضٍ جَرَّ نَفْعاً فَهُوَ رِبَا"

(یعنی ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل ہو وہ (نفع) سود ہے)(۱)

حضرت یزید بن ابی یحیی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اے ابوحمزہ! ہم میں سے کوئی اپنے بھائی کو مال بطور قرض دیتا ہے، اور وہ اس کو ہدیہ دیتا ہے، (کیا یہ درست ہے؟) تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور وہ اس کو ہدیہ میں کوئی برتن یا اس کا بند دے، تو قبول نہ کرے، اور اگر اپنی سواری پر بٹھائے تو سوار نہ ہو مگر یہ کہ قرض دینے سے پہلے سے دونوں میں اس طرح کا معاملہ ہو۔(۲)

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! ایک شخص نے کسی سے کچھ درہم قرض لیے اور یہ قرض لینے والا قرض دینے والے کو اپنی سواری (جانور) کی پیٹھ پر سوار کرالے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جانور کی پیٹھ سے قرض دینے والے کو جو نفع

(۱) التلخيص الجير حديث حسن اعلاء السنن:۱۴/۴۹۹ (۲) سنن بیہقی:۵/۳۵۰
(۳) سنن بیہقی:۵/۳۵۰

پہنچاوہ سود ہے۔(۳)

غور کیجئے کہ جب قرض دے کر اتفاق سے، شرط لگائے بغیر سواری کی پیٹھ سے نفع اٹھانا سود ہے تو شرط یا عرف کی وجہ سے مستقل طور پر سالوں تک گھر سے فائدہ اٹھانا کب جائز ہوسکتا ہے؟

بعض لوگوں نے اس حرام کو حلال کرنے کا ایک حیلہ بھی تراش رکھا ہے وہ یہ کہ ماہانہ کچھ کرایہ دیتے ہیں، مگر وہ اتنا کم ہوتا ہے کہ اس کو کرایہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مثلاً ایک گھر کا کرایہ عام حالات میں پانچ ہزار روپیہ ہے، مارٹ گیج کی صورت میں اس کا پچاس پچیس روپیہ کرایہ دے دیا جاتا ہے اور یہ خیال کرلیا جاتا ہے کہ ہم سود سے بچ گئے۔ مگر یہ محض حیلہ ہے جو کسی ناجائز چیز کو جائز نہیں کردیتا، غور کریں کہ کیا اگر مالک مکان کو جو قرض دیا گیا ہے، وہ نہ دیا جاتا تو وہ اتنا کم کرایہ اس گھر کا لے لیتا؟ ہرگز ہرگز نہ لیتا۔

معلوم ہوا کہ کرایہ میں جو کمی کی گئی وہ قرض کی وجہ سے ہے اور یہ بنص حدیث سود ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''صفائی معاملات'' میں لکھا ہے کہ: بعض لوگوں نے یہ حیلہ نکالا ہے، مثلاً اسی روپیہ کو زمین رکھی اور یہ شرط ٹھہرائی کہ زمین ایک روپیہ سالانہ پر دیدو، چوں کہ ایک روپیہ سالانہ پر زمین کرایہ پر دینا محض قرضے کے دباؤ سے ہے۔ اس لیے یہ معاملہ حرام اور انتفاع خبیث ہوگا۔(۱)

چٹ فنڈ یا چٹھی:

سود کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت آج چٹ فنڈ چٹھی کی بھی چل پڑی ہے اور اس کی مختلف شکلیں تراشی گئی ہیں۔ عام طور پر جو صورت رائج ہے، جس کو یہاں لوگ ہراس کی چٹھی کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ مثلاً دس آدمی ہر ماہ دس دس ہزار روپیہ

---

(۱) صفائی معلاملات ملخصاً: ۲۵

ڈالتے ہیں، یہ ایک لاکھ روپے ہوگئے۔اب اتفاق رائے سے یا قرعہ اندازی سے کسی کا نام تجویز ہوتا ہے اور وہ یہ رقم دو ہزار یا تین ہزار روپے چھوڑ کر لے لیتا ہے۔دو ہزار یا ڈھائی ہزار ،تین ہزار کی رقم چٹ فنڈ چلانے والا لیتا ہے ،حالانکہ یہ رقم سراسر سود اور حرام ہے،مگر افسوس کہ لوگ بازاروں میں عام طور پر اس میں ملوث ہیں۔ایسی چٹھی میں شامل ہونا بھی حرام ہے۔البتہ بغیر چھوڑے ہر آدمی ایک ایک ماہ پوری رقم لے لے،تو اس میں حرج نہیں، بلکہ یہ ایک دوسرے سے تعاون کی ایک اچھی صورت ہے۔

۞ رشوت خواری

سود کی طرح اسلام میں رشوت خواری بھی حرام و ناجائز ہے،علماء نے رشوت کے معنے یہ بتائے ہیں کہ " مَا يُعْطيٰ لِإِحْقَاقِ بَاطِلٍ أَوْ لِإِبْطَالِ حَقٍّ "(کسی ناحق و باطل کو ثابت کرنے یا کسی کے حق کو باطل کرنے پر جو کچھ دیا جائے وہ رشوت ہے)۔(۱)

اس کو سمجھنے کے لیے چند مثالیں سنئے : مثلاً ایک شخص کی کچھ رقم ایک آدمی کے ذمہ تھی ،قاضی کے پاس اس نے اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور دوسرے نے قاضی کو کچھ مال دیا کہ تم میرے خلاف فیصلہ نہ کرو تو یہ دیا ہوا مال رشوت ہے، کیونکہ قاضی نے ایک حق کو باطل کرنے پر اس کو لیا ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے کسی کا حق مار لینے کے لیے قاضی کو یا کسی اور کو مال دیا تو یہ بھی رشوت ہے، کیونکہ اس صورت میں ایک باطل کو ثابت کرنے کے لیے مال دیا گیا ہے۔

اسی طرح حاکم و قاضی یا اور کوئی افسر جو اپنی ڈیوٹی پر مقرر ہے اس کا اس ڈیوٹی کو پورا کرنے پر مال لینا بھی رشوت میں داخل ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے قاضی کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے رقم دی تو یہ بھی قاضی کے لیے حرام ہے، کیونکہ حق کے مطابق فیصلہ کرنا تو اس کا کام اور اس کی ذمہ داری ہے۔(۲)

(۱)التعاریف:۳۶۵/۱،التعریفات:۱۴۸/۱(۲) نھایۃ الزین:۳۸۰/۱،شامی:۳۶۲/۵

اس سے معلوم ہوا کہ افسران اور سیاسی لوگ جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے پر رقمیں اور بڑی بڑی اور موٹی موٹی رقمیں لوگوں سے وصول کرتے ہیں یہ سراسر حرام و ناجائز ہے، کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری ہے، اس پر کچھ وصول کرنا رشوت میں داخل ہے۔

رشوت اگر ایک طرف شرعاً حرام و ناجائز ہے تو دوسری طرف انسانیت و شرافت کے بھی بالکل خلاف ہے، اسی لیے اس کی سخت طور پر مذمت بیان کی گئی ہے اور اس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے، یہاں چند احادیث پیش کرتا ہوں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ " **لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ** " (حضرت رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔(۱)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: " **لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہُ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّائِشَ الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا** " (رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے، لینے والے اور ان دونوں کے درمیان چل کر معاملہ کرانے والے پر لعنت کی ہے)(۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " **اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِيْ النَّارِ** " (رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخ میں ہیں)(۳)

ان احادیث سے رشوت کی حرمت کے ساتھ اس پر دردناک عذاب کا بھی پتہ چلتا ہے، اور ان احادیث کی بنیاد پر جمہور علماء کے نزدیک رشوت لینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک یہ کفر ہے، جیسا کہ امام نسائی نے حضرت

ابوداؤد: ۳۵۸۰، ترمذی: ۱۳۳۷، مسند احمد: ۶۵۳۲، مستدرک: ۱۱۵/۴ (۲) مستدرک: ۱۱۵/۴، مسند احمد: ۲۲۴۵۲، ابن ابی شیبہ: ۴۴۴/۴، شعب الایمان: ۳۹۰/۴ (۳) معجم الاوسط: ۲۹۶/۳، معجم الصغیر: ۵۷/۱

مسروقؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ قاضی اگر ہدیہ لیتا ہے تو وہ سُحت یعنی حرام ہے اور اگر وہ رشوت لیتا ہے تو کفر ہے۔(۱)

اور حضرت عمرؓ سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت مسروق نے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کی رائے میں فیصلہ کرکے رشوت لینا سُحت یعنی حرام ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں، یہ تو کفر ہے، سُحت تو یہ ہے کہ بادشاہ کے پاس کسی کو ایک مقام حاصل ہو اور کسی آدمی کی کوئی حاجت ہو، اور یہ شخص بادشاہ سے وہ کام بغیر ہدیہ لئے نہ کرے تو یہ سُحت ہے۔(۲)

الغرض رشوت ایک بدترین فعل ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں اور نہ اہل اسلام کے معاشرے میں اس کو در آنے کا موقعہ دیا جاسکتا ہے، اس لیے اس سے بہر حال بچنا چاہیئے، مگر افسوس کا مقام ہے کہ اس بدترین کام میں بھی اہل اسلام کا ایک طبقہ ملوث نظر آتا ہے، بالخصوص سرکاری دفاتر میں کام کرنے والے لوگ، بڑے سے لیکر معمولی عہدوں پر فائز، اکثر ایسے ہیں جن کی تنخواہ سے زیادہ آمدنی کا مدار یہی رشوت جیسی ناپاک چیز ہے، اور ہر بڑی وچھوٹی بات کے لیے رشوت کا لینا اس کی فطرت میں داخل ہوگیا ہے، اور اس کے بغیر یہ طبقہ کسی قسم کا کام کرے گا اس کا تصور بھی مشکل ہوگیا، ایسے لوگوں کو فوراً توبہ کرنا چاہیئے اور اللہ کے حضور معافی مانگنا چاہیئے تاکہ جہنم کے عذاب سے بچیں۔

قمار یعنی جوابازی:

حرام ذرائع آمدنی میں سے ایک قمار یعنی جوابازی بھی ہے، جس کو اسلام نے شدت سے منع کیا اور اس پر وعید بیان کی ہے، اور یہ بھی ان مسائل میں سے ہے جس کی حرمت ایک جانی پہچانی حقیقت ہے۔

(۱) نسائی: ۵۵۷/۱ (۲) احکام القرآن للجصا: ۸۵/۴

اس کی حرمت قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہے،قرآن نے اولاً جوے کی برائیوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ:

﴿ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَا إِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ إِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا ﴾ [البقرة: ٢١٩]

(لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں،آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں،اوران کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھا ہوا ہے)

اس کے بعد صاف الفاظ میں اس کی حرمت بیان فرمائی اوراس کا اعلان اس طرح کیا کہ:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ، فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدة: ٩٠]

(اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور فال کھولنے کی تیریں، یہ سب گندی باتیں شیطان کے کام ہیں،لہٰذا ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو)

قرآن کے بعد حدیث کو لیجئے ،اس میں بھی صاف صاف قمار و جوے کی حرمت کا اعلان ہے۔

(۱) حضرت ابن عباسؓ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے شراب، جوے اور طبل کو حرام کیا ہے،اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔(۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اول رسول اللہ ﷺ نے شراب، جوے طبل اور غبیراء (ایک قسم کی شراب) سے منع کیا اور فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔(۲)

(۱) مسند احمد: ۲۴۷٦، ابوداؤد: ۳٦۸٦، صحیح ابن حبان: ۱۲/۱۸۷

(۲) ابوداؤد: ۳٦۸۵، مسند احمد: ٦۴۷۸

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو جوا کھیلتا ہے پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پیپ اور سور کے خون سے وضو کرتا ہے، کیا اس کی نماز قبول ہوگی؟ (۱)

(۴) حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " **مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرُكَ فَلْيَتَصَدَّقْ** "(جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چل، میں تجھ سے جوا کھیلوں گا تو اس کو چاہئے کہ صدقہ دے)۔ (۲)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ جو نرد سے جوا کھیلتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے سور کھانے والا، اور جو بغیر جوے کے یوں ہی کھیلتا ہے وہ ایسا ہے جیسے وہ جوا پنے ہاتھ سور کے خون سے آلودہ کرلے، اور جو اس کو بیٹھ کر دیکھتا ہے وہ ایسا ہے جیسے سور کو دیکھنے والا۔ (۳)

❁ جوا کیا ہے اور کیوں حرام ہے؟

ان آیات واحادیث وآثار سے واضح ہوا کہ قمار و جوا حرام ہے، اب رہا یہ کہ قمار یا جوا کسے کہتے ہیں؟

قمار یہ ہے کہ کسی چیز میں نفع ونقصان کو غیر معین و نامعلوم بات پر معلق و موقوف کیا جائے کہ اگر وہ واقع ہو جائے تو نفع ہو اور اگر واقع نہ ہو تو نقصان ۔اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ " **المخاطرة من القمار** " (مخاطرہ قمار میں سے ہے) مخاطرہ کے معنی یہ ہیں کہ ایسا معاملہ کیا جائے جو نفع وضرر کے درمیان دائر ہو، یعنی یہ بھی امکان ہو کہ بہت سا مال مل جائے اور یہ بھی احتمال ہو کہ جو ہے وہ بھی ختم ہو جائے، جیسے لاٹری میں ہوتا ہے، یہ سب حرام ہے حتی کہ بعض صحابہ وتابعین نے

(۱) معجم کبیر: ۲۹۲/۲۲ (۲) بخاری: ۴۴۸۲ مسلم: ۱۳۰۷، ترمذی: ۱۴۶۵، نسائی: ۳۷۱۵
(۳) الادب المفرد: ۴۳۵/۱

فرمایا کہ

"المیسر القمار حتی لعب الصبیان بالکعاب والجوز"

(یعنی ہر قسم کا قمار میسر میں داخل ہے یہاں تک کہ بچوں کا لکڑی کے گٹکوں اوراخروٹ وغیرہ سے کھیلنا بھی اس میں داخل ہے)(۱)

اب رہا یہ سوال کہ اسلام میں جوا کیوں حرام ہے؟ اس کا جواب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی زبانی ملاحظہ کیجئے، آپ نے "معارف القرآن" میں لکھا ہے کہ:

"جوے کا کھیل سارا اس پر دائر ہے کہ ایک شخص کا نفع دوسرے کے ضرر پر موقوف ہے، جیتنے والے کا نفع ہارنے والے کے نقصان ہی نقصان کا نتیجہ ہوتا ہے، کیونکہ اس کاروبار سے کوئی دولت بڑھتی نہیں، وہ اسی طرح منجمد حالت میں رہتی ہے، اس کھیل کے ذریعہ ایک کی دولت سلب ہو کر دوسرے کے پاس پہنچ جاتی ہے، اس لیے قمار مجموعی حیثیت سے قوم کی تباہی اور انسانی اخلاق کی موت ہے کہ جس انسان کو نفع رسانی خلق اور ایثار و ہمدردی کا پیکر ہونا چاہئے وہ ایک خونخوار درندہ کی خاصیت اختیار کر لے کہ دوسرے بھائی کی موت میں اپنی زندگی، اس کی مصیبت میں اپنی راحت، اس کے نقصان میں اپنا نفع سمجھنے لگے، اور اپنی پوری قابلیت اس خودغرضی پر صرف کرے، بخلاف تجارت اور بیع وشرا کی جائز صورتوں کے، ان میں طرفین کا فائدہ ہوتا ہے، اور بذریعۂ تجارت اموال کے تبادلہ سے دولت بڑھتی ہے، اور خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں اس کا فائدہ محسوس کرتے ہیں۔

ایک بھاری نقصان جوے میں یہ ہے کہ اس کا عادی اصلی کمائی اور کسب سے عادۃً محروم ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی خواہش یہی رہتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے ایک شرط لگا

---

(۱) مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۴۶۷، ابن ابی شیبہ: ۵/۲۸۹، سنن بیہقی: ۱۰/۲۱۳

کر دوسرے کا مال چند منٹ میں حاصل کرے جس میں نہ کوئی محنت ہے نہ مشقت، بعض حضرات نے جوے کا نام میسر رکھنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس کے ذریعہ آسانی سے دوسرے کا مال اپنا بن جاتا ہے۔

جوے کا معاملہ اگر دو چار آدمیوں کے درمیان دائر ہو تو اس میں بھی مذکورہ مضرتیں نمایاں نظر آتی ہیں، لیکن اس نئے دور میں جس کو بعض سطحی نظر والے انسان ناعاقبت اندیشی سے ترقی کا دور کہتے ہیں، جیسے شراب کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے نام رکھ لیے گئے، سود کی نئی نئی قسمیں اور نئے نئے اجتماعی طریقے بینکنگ کے نام سے ایجاد کر لیے گئے ہیں، اسی طرح قمار اور جوے کی بھی ہزاروں قسمیں چل گئیں جن میں بہت سی قسمیں ایسی اجتماعی ہیں کہ قوم کا تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع ہوتا ہے اور جو نقصان ہوتا ہے وہ ان سب پر تقسیم ہو کر نمایاں نہیں رہتا اور جس کو یہ رقم ملتی ہے اس کا فائدہ نمایاں ہوتا ہے؛ اس لیے بہت سے لوگ اس کے شخصی نفع کو دیکھتے ہیں، لیکن قوم کے اجتماعی نقصان پر دھیان نہیں دیتے، اس لیے ان کا خیال ان نئی قسموں کے جواز کی طرف چلا جاتا ہے، حالانکہ اس میں وہ سب مضرتیں موجود ہیں جو دو چار آدمیوں کے جوے میں پائی جاتی ہیں، اور اس حیثیت سے اس کا ضرر اس قدیم قسم کے قمار سے بہت زیادہ اور اس کے خراب اثرات دور رس اور پوری قوم کی بربادی کا سامان ہے، کیونکہ اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ ملت کے عام افراد کی دولت گھٹتی جائے گی اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم کی دولت سمٹ کر محدود افراد اور محدود خاندانوں میں مرتکز ہو جائے گی، جس کا مشاہدہ سٹہ بازار اور قمار کی دوسری قسموں میں روز مرہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اسلامی معاشیات کا اہم اصول یہ ہے کہ ہر ایسے معاملہ کو حرام قرار دیا جس کے ذریعہ دولت پوری ملت سے سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے حوالے ہو سکے۔ (۱)

---

(۱) معارف القرآن: ۲/ ۴۷۸

الغرض جوا حرام ہے اور اس سے وصول ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے، جس پر سخت وعیدیں ہیں جیسا کہ معلوم ہوا۔

جوے کا مسلم معاشرے میں چلن:

مگر مقام حیرت وافسوس ہے کہ اس حرام چیز کا رواج مسلم معاشرے میں پایا جاتا ہے، آجکل جو لاٹری کی مختلف شکلیں رائج ہیں، اسی طرح بیمہ (انشورنس) پالیسی، اور ریس کا کاروبار، قسطوار بیع کی بعض صورتیں، بند ڈبوں کی خرید وفروخت، یہ سب اسی قمار میں داخل ہیں، اور یہ ساری چیزیں آج معاشرہ میں بڑے پیمانے پر جاری ہیں اور ان میں روز بروز زیادتی نظر آتی ہے، اور غیر تو غیر ان سب میں ہمارے مسلمان بھائیوں کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد ملوث نظر آتی ہے اور اس نے اس کو ذرائع آمدنی بنا لیا ہے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ.**

مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ حرام تو حرام مشتبہ امور سے بھی پرہیز کرتا ہے، اور یہ چیزیں تو حرام قطعی ہیں، جس میں مسلمانوں کا ابتلاء نہایت حیران کن بات ہے۔ یہاں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آج قمار و جوے کی بہت سی شکلیں تراش لی گئی ہیں، ان میں سے بعض کی طرف بالخصوص توجہ دلانے کی ضرورت ہے، لہٰذا یہاں ان کا ذکر کرتا ہوں:

انشورنس اسکیم:

ان میں سے ایک انشورنس اسکیم ہے جو عالمی پیمانہ پر پھیلی ہوئی ہے، یہ اسکیم سود و جوا دونوں سے مل کر بنی ہے مگر لوگ آج کثیر تعداد میں اس میں ملوث ہیں اور بے تحاشا اس کی طرف لپکتے چلے جارہے ہیں اور یہ احساس ہی باقی نہ رہا ہے کہ کل خدا کے حضور پیشی ہوگی تو کیا منہ دکھائیں گے۔

انشورنس ایک ایسے معاملہ کو کہا جاتا ہے، جس میں بعض شرائط پر ایک شخص کو

دوسرے کی طرف سے مستقبل میں پیش آنے والے امکانی خطرات سے حفاظت اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کی جاتی ہے، اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ شخص جس کے لئے خطرات سے حفاظت اور نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کی گئی ہے، وہ ایک معینہ مدت تک ایک مقررہ رقم قسطوار دوسرے شخص کو ادا کرتا رہے، اگر اس مقررہ مدت کے درمیان اس کی جان و مال واملاک کو کوئی خطرہ لاحق ہو گیا تو یہ دوسرا شخص اسکو اس خطرہ سے بچائے گا، اور اس کے نقصان کی تلافی کرے گا، اور اس مقررہ مدت میں کوئی خطرہ پیش نہ آیا تو بالاقساط ادا کردہ پوری رقم، سود کے ساتھ واپس کردی جائے گی، پھر اس قسطوار جمع شدہ رقم پر سود دینا، اور خطرات کے لاحق ہونے کی صورت میں نقصانات کی تلافی کرنا، یہ دشوار گذار مرحلہ تھا، اس کو اس طرح حل کیا جاتا ہے کہ اس رقم کو سود پر دیا جاتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والے سود سے ان ذمہ داریوں کو پورا کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انشورنس ایک ایسا معاملہ ہے جس کی ابتداء قمار (جوئے) سے ہوتی ہے اور انتہاء سود پر، گویا انشورنس قمار اور سود دونوں کا مرکب ہے، حقیقت کے لحاظ سے انشورنس کا معاملہ ایک سودی کاروبار ہے، جو بینک کے کاروبار کے مثل ہے، دونوں میں جو فرق ہے وہ شکل کا ہے، حقیقت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں، حقیقت میں کوئی فرق ہے تو صرف اتنا کہ اس میں ربوا کے ساتھ غرر (دھوکہ) بھی پایا جاتا ہے۔

اس کے بعد واضح رہے کہ آج انشورنس کی مختلف قسمیں اور صورتیں رائج ہیں، ایک زندگی کا انشورنس، دوسرے املاک کا انشورنس، اور تیسرے ذمہ داریوں کا انشورنس، چوتھے میڈیکل انشورنس، وغیرہ، انشورنس کی ان صورتوں اور قسموں میں جو بات مشترک طور پائی جاتی ہے وہ وہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی کہ اسکی ابتداء قمار و جوئے سے ہوتی ہے، اور اس کا اختتام سود پر ہوتا ہے، یا یہ کہ اس کی بعض صورتوں میں سود

ہے اور بعض میں قمار و جوا پایا جاتا ہے۔

لہٰذا اس کے حرام ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ ہاں انشورنس کا وہ معاملہ جو حکومت کی طرف سے جبراً لاگو کیا گیا ہے، جیسے سواریوں و گاڑیوں پر انشورنس، اس حد تک کہا جا سکتا ہے کہ اس کی اجازت ہے اور وہ معاف ہے، کیونکہ یہ معاملہ غیر اختیاری ہے، مگر جو اپنی رضا و خوشی سے لوگ اس اسکیم میں لگے ہوئے ہیں، یہ سراسر حرام و ناجائز ہے، کیونکہ اس میں سود بھی ہے اور جوا بازی بھی۔

❁ ٹری ٹکٹ

ان میں سے ایک لاٹری ٹکٹ بھی ہے، جس کا آج بے حد رواج ہو گیا ہے اور عالمی پیمانہ پر اس کا کاروبار پھیلا ہوا ہے، یہ بھی اسلام کی رو سے سراسر قمار و جوا ہے، کیونکہ اس میں بھی ایک آدمی اپنی جو رقم لگاتا ہے، اس میں اس کو کبھی جیت ہو گی تو لاکھوں ہاتھ لگ گئے اور اگر ہارا تو جو اپنا تھا وہ بھی گیا۔

❁ بند ڈبوں کی خرید و فروخت:

جوے کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ بند ڈبوں کی خرید و فروخت کی جاتی ہے، جیسے عموماً نمائش (EXHIBITION) میں اس کا رواج ہے کہ بند ڈبے ہوتے ہیں، جس میں بعض ڈبے خالی ہوتے ہیں اور بعض میں بڑی اور قیمتی چیز ہوتی ہے اور بعض میں معمولی چیز ہوتی ہے، اور ان کو خریدا بیچا جاتا ہے، اور لوگ شوق سے لیتے اور اپنی قسمت آزمائی کرتے ہیں، اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی بڑی قیمتی چیز والا ڈبہ ہاتھ لگ جائے، مگر اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خالی ڈبہ ہاتھ لگے یا حقیر چیز کا ڈبہ ہاتھ لگے، لہٰذا اسلام میں یہ بھی جوا ہے۔

❁ بیع بالقسط کی بعض صورتیں:

اسی طرح جوے کی ایک اور شکل رائج ہو گئی ہے اور لوگ دل و جان سے اس

کواپنائے ہوئے ہیں ،اوروہ’’ بیع بالاقساط‘‘ (installment) کی ایک صورت ہے کہ کچھ لوگوں کوممبر بنا کران سے ہر ماہ ایک رقم لی جاتی ہےاور ہر ماہ قرعہ اندازی سے نام نکالا جاتا ہے،جس کا نام نکلے اس کومقررہ چیز جیسے موٹرسائیکل وغیرہ دے دی جاتی ہےاوراس کوآئندہ کچھ دینا نہیں پڑتا،پھراسی طرح ہر ماہ ایک ایک کا نام قرعہ میں نکالتے ہیں اور جس کا نام نکلے اس کوایک چیز دیدی جاتی ہے اور پھراس کو بقیہ قسطیں دینے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔یہ بھی سراسر قماریعنی جوابازی ہے کیونکہ اس میں کسی کوصرف ہزارروپیہ میں موٹرسائیکل مل جاتی ہےاور کسی کودو میں، کسی کو پندرہ ہزار میں ،کسی کو بیس ہزار میں ملتی ہے ۔اسی کو شریعت میں جوا کہا جاتا ہے کہ معاملہ نفع ونقصان میں دائرر ہے۔مگرافسوس کہ لوگ ان سب صورتوں میں ملوث ہوکر حرام کاارتکاب کرتے جارہے ہیں۔

ہاں اگر بیع بالقسط (instalment) کی یہ صورت ہو کہ آدمی کو ماہانہ ایک ایک قسط کر کے ساری قسطیں ادا کرےاورمقررہ قیمت پوری ادا ہو جانے پرمعاملہ ختم ہو جائے ،تو یہ صورت جائز ہے ،اگراس میں اس چیز کی عام قیمت سے کچھ زائد دینی پڑے،مثلاً ایک گاڑی پچاس ہزارروپے کی ہواوراس کو’’انسٹالمنٹ‘‘ میں لینے پراس کی قیمت پچپن ہزار ہوجائے تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ زائد رقم دراصل قیمت میں اضافہ ہےاس کی گنجائش ہے۔

۞ چوری کرنا یا ڈکیتی

حرام کمائی کی ایک صورت چوری یا ڈکیتی کر کے کمانا ہے ،جس کا حرام ہونا صرف اسلام کے نزدیک نہیں بلکہ تمام انسانوں کا مسلم ومتفقہ فیصلہ ہے،اورشاید ہی دنیا میں کوئی ذی عقل وہوش ایسا ہوگا جواس کودرست قرار دیتا ہو۔

قرآن میں اس کی دنیوی سزا کے طور پر چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے،

نیز ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ

﴿ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران: ١٦١]

(اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اس کو قیامت کے دن اُٹھالائے گا)

اس آیت میں غلول کا ذکر ہے اس کے معنے مطلقا خیانت کے بھی آتے ہیں اور خاص طور پر مال غنیمت میں خیانت کے معنے بھی آتے ہیں۔ اس آیت میں مال غنیمت میں چوری کرنے پر یہ وعید سنائی گئی ہے کہ چوری کرنے والا قیامت کے دن اپنے اوپر لادکر وہ چیز لائے گا۔

اور ایک حدیث میں ایک گورنر جس نے بیت المال کے مال میں سے اپنے لیے بطور ہدیہ کچھ لے لیا تھا، اس قصہ میں اس سے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ" اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بلاشبہ جو بھی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں حاضر کیا جائے گا کہ وہ خیانت والی چیز اس کی گردن پر سوار ہوگی، اگر وہ چیز اونٹ ہے تو اونٹ کو لادے ہوئے آئے گا، جس کی آواز بھی ہوگی، اور اگر وہ چیز گائے ہے تو گائے کو لادے ہوئے آئے گا، جس کی آواز بھی ہوگی اور اگر وہ بکری ہے تو وہ بکری لائے گا جو پکار رہی ہوگی، پس میں نے تم کو پہنچادیا ہے۔(١)

لہٰذا عام چوری ہو یا خاص طور پر مال غنیمت میں چوری ہو، حرام اور بدترین جرم ہیں، یہاں تک کہ ایک حدیث میں چوری اور ایمان کو دو متضاد چیزیں بتایا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "لَايَزْنِيْ الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلاَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلاَ يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفُعُ النَّاسُ إِلَيْهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ "(کوئی زنا کار

(١) بخاری: ٦١٤٥، مسلم: ٤٣١٣، ابوداؤد: ٢٥٥٧

زنا نہیں کرتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو، اور کوئی چور چوری نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور کوئی شرابی شراب نہیں پیتا اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو، اور کوئی کسی کی ایسی چیز جس کی طرف لوگوں کی آنکھیں اُٹھتی ہیں، ایسی چیز کو نہیں چھینتا اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو)(۱)

الغرض چوری کرنا اور کسی کا مال اس کے ذریعہ لے لینا دنیا وآخرت دونوں کے لحاظ سے تباہی ہے، اور یہ آمدنی بھی حرام ہے۔

❁ فائدہ:

عام مال میں چوری کی مذمت و برائی اور اس پر وعیدیں و سزائیں معلوم ہوگئیں، یہاں یہ بھی جاننا چاہئے کہ جو مال کسی ادارے یا مسجد یا مدرسہ یا وقف کا ہو اس میں چوری اور بھی زیادہ سخت وشدید ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے آیت :﴿ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران:۱۶۱] (اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اس کو قیامت کے دن اُٹھا لائے گا) کے تحت لکھا ہے کہ:

''یہی حال مساجد ومدارس، خانقاہوں اور اوقاف کے اموال کا ہے، جس میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا چندہ ہوتا ہے، اگر معاف بھی کرائے تو کس کس سے معاف کرائے ، اسی طرح حکومت کے سرکاری خزانے (بیت المال) کا حکم ہے، کیونکہ اس میں پورے ملک کے باشندوں کا حق ہے، جو اس میں چوری کرے اس نے سب کی چوری کی، مگر چونکہ یہی اموال عموماً ایسے ہوتے ہیں جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا، نگرانی کرنے والے بے پروائی کرتے ہیں، چوری کے مواقع بکثرت ہوتے ہیں، اس لیے آجکل دنیا میں سب سے زیادہ چوری اور خیانت انہی اموال

(۱) بخاری:۲۲۹۵، مسلم:۸۶، نسائی:۴۷۸۷، ابن ماجہ:۳۹۲۶

میں ہورہی ہے،اور لوگ اس کے انجام بد اور وبال عظیم سے غافل ہیں کہ اس جرم کی سزا علاوہ عذابِ جہنم کے میدان حشر کی رسوائی بھی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محرومی بھی،نعوذ باللہ منہ۔(۱)

میں کہتا ہوں کہ آج بہت سے دینی واوقافی اداروں،جیسے مساجد و مدارس اور وقف بورڈ کے اموال واملاک میں غبن وخیانت اور چوری کے واقعات بکثرت پیش آرہے ہیں جو ایک طرف اہل اسلام کے لیے باعث ننگ ہیں تو دوسری طرف ملت کی فلاح و بہبودی میں رکاوٹ کا بھی سبب ہیں۔

اور بعض اہل مدارس (جو اصل میں اہل مدارس کہلانے کے لائق ہی نہیں ہیں، بلکہ صرف اہل مدارس کا لبادہ اُوڑھ رکھا ہے،تاکہ اس سے مدارس کے نام پر مال حاصل کیا جاسکے) ایسی لوگوں کی جانب سے بھی اس سلسلہ میں بے احتیاطیاں پائی جارہی ہیں، بلکہ صاف کہنا چاہئے کہ چوریاں کی جارہی ہیں، جو اور بھی زیادہ باعث ننگ بات ہے کہ دین کے نام پر چوری کی جائے،ایسے لوگوں کی ان ناشائستہ حرکات کی وجہ سے عام لوگوں کی نظر سے علماء واہل مدارس واہل دین ہی کا وقار ختم ہوتا جارہا ہے اور عوام الناس ان کی ان حرکات کو دیکھ کر تمام مدارس کے بارے میں بدظنی کا شکار ہوتے جارہے ہیں،ان لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے،اور اس بدترین فعل سے باز آنا چاہئے۔

اسی طرح ڈکیتی کا حکم بھی ہے، بلکہ یہ چوری سے بھی بدتر ہے،اسی وجہ سے قرآن نے ڈکیتوں کی دنیوی سزا بھی بہت سخت بیان کی ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ:

﴿ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ وَ يَسْعَوْنَ فِيْ الْأَرْضِ

---

(۱) معارف القرآن:۲/۲۳۳

فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ،ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [المائدة: ٣٣]

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے پھرتے ہیں،ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی دئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دئے جائیں یا ملک سے دور (کر کے جیل بھیج) دئے جائیں ، یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت مین بڑا عذاب ہے)۔

علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں جن فسادیوں کا ذکر ہے ان سے مراد راہزن وڈاکو ہیں،اور یہ کہ اس آیت میں چار قسم کی سزا بیان کی گئی ہے،وہ اس لحاظ سے کہ ان کی طرف سے بھی چار قسم کی شرارتیں اور شرانگیزیاں ہوسکتی ہیں،ایک یہ کہ انہوں نے لوگوں کو صرف قتل کیا ہو اور مال لوٹنے کی نوبت نہ آئی ہو،اس صورت میں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو بھی قتل کیا جائے ،اس کو آیت میں " يُقَتَّلُوْا " سے بیان کیا گیا ہے،اور دوسرے یہ کہ انہوں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو،ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو سولی دی جائے ،اس کو آیت میں " أَوْ يُصَلَّبُوْا" سے بیان فرمایا گیا ہے،اور تیسری صورت یہ ہے کہ انہوں نے صرف مال لوٹا ہو،قتل نہ کیا ہو،ان کی سزا یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں،اس کا ذکر آیت میں "أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ" کے الفاظ سے کیا گیا ہے،اور چوتھی صورت یہ کہ وہ رہزنی کے کے ارادے سے نکلیں مگر کچھ کرنے سے پہلے ہی پکڑ لئے جائیں،ان کی سزا قید وحبس ہے،جس کا ذکر " أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ "میں ہے۔(۱)

(۱) روح المعانی:۱۱۹/۶،احکام القرآن للجصاص:۵۳/۴-۵۴

اس سے ڈاکوؤں کا اللہ کی نظر میں نہایت معتوب ہونا اور سخت ترین سزا کا مستحق ہونا معلوم ہوا، اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس سے حاصل کردہ مال حرام ہے کیونکہ اس کو ایک معمولی انسان بھی جانتا اور مانتا ہے، چہ جائیکہ ایک مسلمان سے یہ بات مخفی رہ جائے۔

۞ غصب یا ظلم سے کسی کا مال لینا:

کسی کی چیز بلا اس کی اجازت کے لے لینا حرام ہے، اسی طرح کسی کا مال حاصل کرنے ظلم و غصب کرنا اور اس کو چھین لینا بھی ایک بدترین قسم کا کام ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، اور اس پر وعید شدید وارد ہوئی ہے، لہذا جو کسی کی کوئی چیز اس طرح لیتا ہے اس کے لیے وہ چیز حرام ہوتی ہے، حتی کہ اگر جھوٹا مقدمہ چلا کر وصول کرتا ہے تب بھی وہ حرام ہے۔

قرآن پاک میں ایک موقعہ پر فرمایا گیا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ، وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ [النساء: ۱۰]

(ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم زبردستی کھا جاتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹوں میں انگارے کھاتے ہیں، اور وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے)۔

اس سلسلہ میں بہت احادیث آئی ہیں، چند ملاحظہ کیجئے:

۞ اولاً ان احادیث کو لیجئے جن میں کسی کی چیز بلا اس کی اجازت کے لینا ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَأْخُذَ عَصَا أَخِيْهِ بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسِهِ وَذٰلِكَ لِشِدَّةِ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَالَ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ "(کسی شخص کو حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان

بھائی کا عصا یعنی لکڑی بھی بغیر اس کے دل کی خوشی ورضا کے لے لے، یہ اس لیے کہ اللہ تعالے نے مسلمان کا مال دوسرے مسلمان پر سخت طور پر حرام کیا ہے)(۱)

(۲) ایک حدیث میں ہے کہ حضرت محمد عربی ﷺ نے فرمایا کہ " **لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ** " (کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضا وخوشی کے بغیر لینا حلال نہیں)(۲)

(۳) حضرت رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ " **کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ ، مَالُهُ وَ دَمُهُ وَ عِرْضُهُ ،بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ یَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمِ** " (مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے،اس کا مال بھی ،اس کی جان بھی اور اس کی عزت وآبرو بھی ،اور آدمی کے شر کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ مسلمان کی تحقیر کرے)(۳)

۞ ظلم وزبردستی کے ساتھ کسی کا مال لے لینے کے بارے میں چند حدیثیں سن لیجئے،تاکہ عبرت ہوسکے۔

(۱) چنانچہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " **مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ یُطَوَّقُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرْضِیْنَ** "(جس نے کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ظلم سے لے لی قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کو پہنایا جائے گا)(۴)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " **مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ إِلٰی سَبْعِ أَرْضِیْنَ** " (جس نے بغیر حق کے کسی کی زمین سے کچھ لے لیا تو اس کو سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا)(۵)

(۱) مسند احمد: ۲۲۵۰۰،سنن بیہقی: ۶/ ۱۰۰ (۲) سنن بیہقی: ۶/ ۱۰۰ (۳) ابوداؤد: ۴۲۳۸، مسلم: ۴۶۵۰،ترمذی: ۱۸۵۰ (۴) بخاری: ۲۹۵۹،مسلم: ۳۰۲۳ (۵) بخاری: ۲۹۵۷

(۳) اسی طرح یہ حدیث اوپر گزری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: " وَلاَ یَنْتَھِبُ نُھْبَۃً ذَاتَ شَرَفٍ یَرْفَعُ النَّاسُ إِلَیْھَا أَبْصَارَھُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ " (کوئی کسی کی ایسی چیز جس کی طرف لوگوں کی آنکھیں اُٹھتی ہیں، ایسی چیز کو نہیں چھینتا اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو)

(۴) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی آدمی کی زمین غصب کرلے وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالے اس پر غضبناک ہوگا۔(۱)

۞ جوڑے جہیز کا مطالبہ:

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا مال اس کی دلی رضا وخوشی کے بغیر لینا حرام ہے، لہذا آ کل جو مانگ کر جوڑا جہیز لیا جاتا ہے، اس میں چونکہ رضا و خوشی یا تو پائی نہیں جاتی یا پوری رضا نہیں پائی جاتی، اس لیے یہ مطالبہ بھی حرام اور یہ مال بھی حرام ہوجاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ آج یہ بات اچھے اچھے لوگوں میں رواج پا گئی ہے کہ اپنے لڑکے کے لیے رشتہ طے کرتے وقت ایک طویل لسٹ میں مطلوبہ اشیاء کا اندراج کر کے لڑکی والوں کو دیا جاتا ہے، اور اگر اس میں کمی بیشی ہوتی ہے تو لڑائیاں جھگڑے اور اس سے آگے لڑکی پر ظلم وزیادتی کے واقعات پیش آتے ہیں، کہاں تو اسلام کی یہ تعلیم کہ حرام سے پرہیز کرو اور کہاں یہ رواج کہ دوسروں سے مانگ مانگ کر لیا جاتا ہے اور اس میں ان کی رضا ہی نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ یہ بات غور کرنے کی ہے کہ اس طرح مانگ کر لینا، کیا بھیک نہیں ہے؟ ایک مسلمان مرد، لڑکی سے بھیک مانگ کر اپنی زندگی بنائے، یہ باعث شرم بات ہے مگر عجیب بے خبری وغفلت اندیشی کا زمانہ ہے کہ لوگ اس میں آگے ہی بڑھتے

(۱) معجم کبیر: ۱۸/۲۲

جارہے ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ سراسر حرام کمائی ہے اور اس کا وبال بڑا سخت ہے۔

ایک حدیث سن لیجئے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ " مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِعِزِّهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا ذُلًّا ،وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا فَقْرًا ،وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِحَسَبِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا دَنَاءَةً ،وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَمْ يَتَزَوَّجْهَا إِلَّا لِيَغُضَّ بَصَرَهُ أَوْ لِيُحْصِنَ فَرْجَهُ أَوْ لِيَصِلَ رَحِمَهُ بَارَكَ اللّٰهُ لَهُ فِيهَا وَ بَارَكَ لَهَا فِيهِ " (جو کسی عورت سے اس کی شان بان کی وجہ سے شادی کیا، اللہ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا، اور جو عورت کے مال کی وجہ سے شادی کیا اللہ تعالے اس کے فقر و فاقہ میں اضافہ کریگا، اور جو عورت کے حسب نسب کی وجہ سے شادی کیا اللہ تعالے اس کی حقارت و ذلت میں زیادتی کردے گا، اور جو عورت سے اس لیے شادی کیا کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھے اور شرمگاہ کی حفاظت کرے اور صلہ رحمی کرے تو اللہ اس عورت سے نکاح میں اس مرد کو بھی اور عورت کو بھی برکت عطا کرے گا)(۱)

اب غور کرلیں وہ لوگ جو شادی کا مقصد عورت کے مال کو بناتے ہیں اور شادی رچاتے ہیں، اور اس میں کمی ہوجانے پر اس پر ظلم وزادتی بھی کرتے ہیں، کیا یہ کام اللہ کو ناراض کرنے والا نہیں، اور کیا اس کی وجہ سے دنیا یا آخرت میں آدمی کو سکون مل سکتا ہے؟

۞ میراث میں خیانت

نیز ان احادیث سے جب یہ معلوم ہوا کہ کسی کی کوئی چیز ظلماً و جبراً لے لینا جائز نہیں، حرام ہے، تو اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ بھی حرام ہے کہ میراث سے کسی وارث کو محروم کردیا جائے، اور اس کا حصہ نہ دیا جائے، اور اس پر خود قابض ہوجائے،

(۱) معجم اوسط طبرانی: ۲۱/۳۰

آجکل یہ وبا بھی عام ہوتی جارہی ہے کہ ایک وارث سب مال میراث پر قابض ہو جاتا ہے اور دوسروں کو محروم کردیتا ہے، اور بعض لوگ وارث بھی نہیں ہوتے اور وہ دوسروں کی جائیداد پر قبضہ کرلیتے ہیں اور وارثین کو محروم کردیتے ہیں، اور بعض جگہ یہ رواج ہے کہ بھائی لوگ میراث کا کل مال لے لیتے ہیں اور اپنی بہنوں کو اس سے محروم کردیتے ہیں۔ یہ سب دین و دنیا دونوں کی ہلاکت کا سامان ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثًا فَرَضَهُ اللّٰهُ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ**"(جس نے اللہ کے فرض کردہ کسی کی میراث کا حصہ کاٹ لیا اللہ تعالے جنت کی میراث سے اس کا حصہ کاٹ دیں گے)(۱)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:"**مَنْ أَبْطَلَ مِيْرَاثًا فَرَضَهُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ أَبْطَلَ مِيْرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ**"(جس نے کسی کی میراث جو اللہ نے اپنی کتاب میں فرض کی ہے اس کو باطل کرے گا تو اللہ اس کی جنت کی میراث کو باطل کردے گا)(۲)

الغرض میراث پر خود قابض ہو جانا اور وارثین کو اس سے محروم کردینا اور اس میں اللہ کے مقرر کردہ حصوں میں وارثین کی رضا کے بغیر کمی بیشی کرنا سب حرام و ناجائز ہے اور موجب وعید و گناہ ہے۔

۞ جھوٹا مقدمہ لڑ کر کسی کا مال لینے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

(۱) ایک حدیث میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حضر موت سے اور ایک شخص قبیلہ کندہ سے حاضر ہوئے، حضرمی نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میری زمین پر قابض ہو گیا ہے، کندی نے کہا کہ یہ زمین میری ہے جس میں میں کھیتی کرتا ہوں، اس کا اس میں کوئی حق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے حضرمی سے پوچھا کہ کیا تیرے پاس گواہی ہے، اس نے کہا کہ نہیں، آپ

(۱) شعب الایمان:۶/۲۲۴، سنن سعید:۱/۹۶ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ:۶/۲۴۰

ﷺ نے فرمایا کہ تیرے سلسلہ میں (دوسرے سے) قسم لی جائے گی، حضرمی نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ فاجر آدمی ہے، اور قسم کھانے میں اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس چیز پر قسم کھا رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، پس وہ آدمی قسم کھانے کے لیے چلا، جب وہ مڑ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "**أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهِ لِيَأْكُلَهُ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ**" (اگر اس نے دوسرے کا مال ظلم کے طور پر لے لینے کے لیے اس کے مال پر قسم کھالی تو یہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے اعراض فرمائے گا) (۱)

(۲) ایک اور حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ ،وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ،وَأَقْضِيَ لَهُ عَلٰى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا فَلاَ يَأْخُذْ ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ**" (میں ایک انسان ہوں، اور تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو، اور ممکن ہے کہ تم میں بعض دوسرے کے لحاظ سے اپنی حجت پیش کرنے میں زیادہ زبان آور ولسّان ہو اور میں اس سے جو سنو اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کردوں، پس میں کسی کے حق میں اس کے بھائی کے حق میں سے لیکر فیصلہ کردوں تو وہ اس کو نہ لے، کیونکہ میں اس صورت میں اس کے حق میں دوزخ کے حصہ کا فیصلہ کر رہا ہوں)۔ (۲)

معلوم ہوا کہ کسی کی کوئی چیز ظلم زبردستی لے لینے سے وہ حلال نہیں ہو جاتی، بلکہ دراصل یہ جہنم میں جانے کی تیاری ہے، اور کسی طور پر حلال نہیں، حتیٰ کہ اگر مقدمہ چلا کر جھوٹے ثبوت دکھا کر مقدمہ جیت گیا تو بھی وہ حلال نہیں۔

(۱) مسلم:۱۹۹، ترمذی:۱۲۶۰، ابوداؤد:۲۸۲۴ (۲) بخاری:۶۴۵۲، مسلم:۳۲۳۱

(۲) دوسرا اصول یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تجارت، ملازمت اور صنعت وحرفت ان سب میں یہ ضروری ہے کہ جس چیز کی تجارت کی جائے یا جس چیز کی ملازمت کی جائے یا جس چیز کو بنایا جائے، وہ شرعی لحاظ سے جائز وحلال ہو۔ اگر وہ چیز ناجائز و حرام ہوگی تو نہ یہ تجارت جائز ہوگی نہ ملازمت جائز ہوگی اور نہ یہ پیشہ جائز ہوگا۔ اور اس سے جو آمدنی ہوگی وہ بھی ناجائز ہوگی۔

مثلاً یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسلام میں شراب اور سود کا کاروبار حرام ہے، لہٰذا اس سے جو آمدنی ہوگی وہ بھی حرام ہوگی۔

حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن مکہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے، آپ سے پوچھا گیا کہ مردار جانور کی چربی کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ نہیں، وہ بھی حرام ہے، پھر فرمایا کہ اللہ یہود کو غارت کرے کہ اللہ نے ان پر مردار کی چربی کو حرام کیا تھا، پس انہوں نے اس کو پگھلایا اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے لگے۔(۱)

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ شراب کا کاروبار حرام ہے، وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ اس کی آمدنی بھی حرام ہے کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ نے یہود کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا کہ اللہ نے ان پر مردار کی چربی کو حرام کیا تھا تو ان لوگوں نے اس کو پگھلا کر بیچا اور اس کی قیمت کھالی، اگر اس کی قیمت کھانا حلال ہوتا تو آپ اس پر نکیر نہ فرماتے۔

اس کے علاوہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے صراحۃً فرمایا کہ " ثَمَنُ الْكَلْبِ وَ مَهْرُ الْبَغْيِ وَ ثَمَنُ الْخَمْرِ حَرَامٌ "(کتے کی قیمت فاحشہ کی اجرت

(۱) مختصراً از بخاری: ۲۱۲۱، مسلم: ۱۵۸۱

اورشراب کی قیمت حرام ہے)۔(۱)

نیز حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے گانے والی کو، اس کی تجارت کو اور اس کی قیمت کو اور اس کی تعلیم کو اور اس کی طرف کان لگانے کو حرام قرار دیا ہے۔(۲)

اس حدیث میں بھی گانی والی عورت کو خرید نے بیچنے کو بھی ناجائز فرمایا گیا اور اسی کے ساتھ اس کی قیمت کو بھی ناجائز ٹہرایا گیا ہے، الغرض معلوم ہوا کہ حرام چیز کا کاروبار وتجارت بھی حرام ہے اور اس کی آمدنی بھی حرام ہوتی ہے۔

اسی طرح حرام کام کی اجرت ومزدوری بھی حرام ہے، لہذا کسی ایسے کام کی ملازمت اختیار کرنا جو ناجائز ہو اور اس سے مال حاصل کرنا دونوں ناجائز ہیں، اوپر کی حدیث میں زانیہ وفاحشہ کی اجرت کو اسی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ نیز حدیث میں کاہن ونجومی کی اجرت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ وَ حُلْوَانُ الْكَاهِنِ وَ لَا مَهْرُ الْبَغْيِ " (کتے کی قیمت، اور کاہن کی اجرت اور زانیہ کی اجرت حلال نہیں ہے)۔(۳)

غور کیجئے کہ اسلام میں کہانت وغیب کی باتیں بتانے کا کام حرام ہے، اس لیے اس کی اجرت ومزدوری کو بھی ناجائز قرار دیا گیا، معلوم ہوا کہ حرام کام کی ملازمت و مزدوری کرنا بھی حرام ہے اور اس کی اجرت لینا بھی حرام ہے۔

اسی طرح کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنا اور اس کے ذریعہ کمائی کرنا بھی ناجائز ہے جو اسلام میں ناجائز ہو۔

(۱) احمد: ۳۳۴۵، سنن دارقطنی: ۳/۷، مسند طیالسی: ۱/۳۶۰ (۲) ذم الملاھی: ۲۷، کنز العمال: ۹۳۹۰ (۳) نسائی: ۴۲۱۹، ابوداؤد: ۳۰۲۳

(۱) چنانچہ روایات میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک آدمی ہوں جس کی معیشت کا مدار ہاتھ کی کاری گری پر ہے، میں یہ تصویریں بناتا ہوں، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں تجھے وہ بات سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص تصویر بناتا ہے تو اللہ تعالے اس کو عذاب دیں گے یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح ڈالے، اور وہ روح ڈال نہ سکے گا۔ یہ سن اس شخص کی سانس زور زور سے پھولنے لگی، اور اس کا چہرہ زرد پڑھ گیا، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو، اگر تو نہیں مانتا تو اس درخت اور ایسی چیز جس میں جان نہ ہو اس کی تصویر بنالیا کرنا۔ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ ”نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ وَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَ عَنْ كَسْبِ الزَّمَّارَةِ وَعَنْ عَسبِ الْفَحْلِ“ (رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگانے کی کمائی، کتے کی قیمت، بانسری کی کمائی، اور نر جانور کو جفتی کے لیے کرایہ پر لینے سے منع کیا ہے) (۲)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ” أَخْبَثُ الْكَسْبِ كَسْبُ الزَّمَّارَةِ “ (بدترین کمائی بانسری کی کمائی ہے) (۳)

ان احادیث و آثار میں غور فرمایا جائے، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ جاندار شئی کی تصویر سازی اسلام میں حرام ہے اس لیے اس کا پیشہ اختیار کرنا بھی ناجائز ہے، لہذا اس سے کمائی بھی نہیں کی جاسکتی۔ اسی کو حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کو بتایا تھا، ہاں غیر جاندار اشیاء کی تصویر سازی بھی جائز ہے اور اسکو بطور پیشہ اختیار کرنا بھی جائز اور اس کی آمدنی بھی جائز ہے۔ اسی طرح گانا بجانا اسلام میں حرام ہے اس لئے گانے بجانے کی اجرت کو بھی ناجائز فرمایا گیا ہے اور بانسری

(۱) بخاری: ۲۰۷۳، احمد: ۳۲۲۰ (۲) مسند اسحاق: ۱/۱۸۸ (۳) ذم الملاھی لابن ابی الدنیا: ۷۸

بچانے کی کمائی کو نہایت خبیث فرمایا گیا ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ تجارت و پیشے میں اس بات کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے کہ کسی کو دھوکہ دیکر مال حاصل نہ کرے، کیونکہ دھوکہ دیکر مال کا لینا حرام ہے۔

متعدد حضرات صحابہ سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ " مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا "(جس نے ہم کو یعنی مسلمانوں کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں)(۱)

اور یہ دھوکہ مختلف انداز وطریقوں سے ہوتا ہے، مثلاً عمدہ قسم کا مال دکھا کر ردی وخراب قسم کا مال دیا جائے، یا جھوٹی قسم کھا کر کسی خراب چیز کی خوبی بیان کی جائے، یا مال میں ملاوٹ کی جائے، عیب کو چھپا کر بیچا جائے، یا ناپ تول میں کمی کی جائے۔

اس سلسلہ میں احادیث ملاحظہ کیجئے۔

۞ عمدہ قسم کا مال دکھا کر ردی وخراب قسم کا مال فروخت کرنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، وہ یہ کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا کھانے (کی کسی چیز) کے ایک ڈھیر پر سے گزر ہوا، آپ نے اس ڈھیر کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا، تو آپ کی انگلیوں میں کچھ تری لگ گئی، آپ نے اس کھانا بیچنے والے سے فرمایا کہ اے کھانے والے! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بارش کا پانی اس میں پڑ گیا ہے، آپ نے فرمایا کہ پھر اس تر کھانے کو تو نے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھتے، جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۲)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک کھانے کے پاس سے ہوا، اور کھانا بیچنے والا اس کو بہت سجا کر رکھا تھا، آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو دیکھا کہ اندر گھٹیا قسم کا کھانا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس گھٹیا

(۱) الترغیب والترھیب: ۲/۵۷۴ (۲) مسلم: ۱۴۷، ترمذی: ۱۲۳۶

کو الگ رکھ کر بیچنا اور عمدہ کو الگ رکھنا، جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۱)

نیز حضرت قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو کھانا بیچ رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ اے کھانا بیچنے والے! کیا اس کے نیچے والا ایسا ہی ہے جیسا اس کے اوپر والا؟ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا کہ جو مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ان میں سے نہیں۔ (۲)

ان احادیث نے یہ بات واضح کردی کہ عمدہ قسم کا سامان ظاہر کرنا اور ردی و کھوٹے قسم کا بیچنا حرام ہے، شریعت اس کی اجازت نہیں دیدتی، اور اس سے آمدنی حرام قرار پاتی ہے۔

۞ جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کرنے کے بارے میں حدیث آئی ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں پر اللہ تعالے قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، اور ان کو دردناک عذاب ہوگا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ **"اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ"** (ایک ازار لٹکانے والا، دوسرا احسان جتانے والا، اور تیسرا اپنے سامان کو جھوٹی قسم کھا کر چلتا کرنے والا)۔ (۳)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ **" اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلرِّبْحِ"** اور بعض روایات میں **" مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ "** ہے اور بعض میں **" مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ"** ہے (قسم سامان کو چلتا کر دیتا ہے اور کمائی کی برکت کو مٹا دیتا ہے)۔ (۴)

---

(۱) مسند احمد: ۵۱۱۳، واللفظ لہ، معجم اوسط: ۶۳/۳، الترغیب: ۵۷۲/۲ (۲) معجم کبیر: ۳۵۹/۱۸، مسند ابویعلی: ۲۳۳/۲ (۳) مسلم: ۱۵۴، ترمذی: ۱۱۳۲، نسائی: ۲۵۱۶، ابوداؤد: ۳۵۶۵
(۴) بخاری: ۱۹۴۵، مسلم: ۳۰۱۴، نسائی: ۴۳۸۵

معلوم ہوا کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال وسامان کو بیچنا بھی حرام وناجائز ہے، لہٰذا اس طرح کی کمائی پر محاق وعذاب آجاتا ہے، اور اس میں کوئی برکت نہیں ہوتی۔

۞ مال میں ملاوٹ کر کے بیچنے کے بارے میں حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: " لَا تَشُوْبُوْا اللَّبَنَ لِلْبَيْعِ" (بیچنے کے لیے دودھ میں ملاوٹ نہ کرو)

اسی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص انگور کا شیرہ ایک گاؤں میں لے آیا، اور اس میں خوب پانی کی ملاوٹ کی، اور بیچا، پھر وہاں سے ایک بندر خریدا اور کشتی میں سمندر کا سفر شروع کیا، جب کشتی موجوں کے بیچ پہنچی تو اللہ نے اس بندر کے دل میں ڈالا اور وہ بندر اس شخص کے پیسوں کا بٹوہ اٹھالیا اور کشتی کے اوپر ایک لکڑی پر چڑھ گیا اور بٹوہ کھولا، اس کا مالک اس کو دیکھ رہا تھا، بندر ایک دینار سمندر میں ڈالتا اور ایک دینار کشتی میں ڈالتا رہا، یہاں تک کہ نصف نصف کر دیا۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اس گناہ وجرم کی سزا یہ دی کہ بندر کے ذریعہ اس کی حرام کمائی کو سمندر میں ڈلوادیا اور حلال کمائی کو اس کے پاس پہنچادیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مقام حرہ سے گزر رہے تھے کہ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ دودھ بیچنے کے لیے لے جارہا ہے، حضرت ابو ہریرہ نے اس کو دیکھا تو اس نے دودھ میں پانی ملایا ہوا تھا، آپ نے فرمایا کہ "تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب قیامت میں تجھ سے کہا جائے گا کہ پانی کو دودھ میں سے الگ کر؟"۔ (۲)

---

(۱) شعب الایمان: ۳۳۳/۴، الترغیب: ۵۷۳/۲ (۲) شعب لایمان: ۳۳۳/۴، الترغیب والترھیب: ۵۷۳

۞ مال کے عیب کو چھپا کر فروخت کرنے کے متعلق متعدد احادیث مروی ہیں، یہاں دو تین لکھتا ہوں:

(۱) حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "**لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَبِيْعُ شَيْئًا إِلَّا بَيَّنَ مَا فِيْهِ وَلَا يَحِلُّ إِنْ عَلِمَ ذٰلِكَ إِلَّا بَيَّنَهُ**" (کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ کوئی چیز فروخت کرے مگر یہ کہ اس کے عیب کو بیان کردے اور کسی کے لیے حلال نہیں اگر وہ اس کو جانتا ہو مگر یہ کہ اس کو بتادے)۔(۱)

(۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:"**الْمُسْلِمُ أَخُوْ الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ إِذَا بَاعَ مِنْ أَخِيْهِ بَيْعًا فِيْهِ عَيْبٌ أَنْ لَّا يُبَيِّنَهُ**" (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ جب وہ اپنے بھائی کو کوئی عیب دار چیز بیچے تو اس کو بیان نہ کرے)(۲)

(۳) حضرت واثلہ بن الاسقع کی ایک روایت میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: کہ آپ نے فرمایا کہ "**مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ**"(جس نے کوئی عیب دار چیز بغیر بتائے بیچ دی تو وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں اور فرشتوں کی لعنت میں ہوگا)۔(۳)

کس قدر واضح طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بتادیا کہ عیب دار چیز کو اس کا عیب چھپا کر بیچ دینا جائز نہیں اور اس کی وجہ سے آدمی اللہ کے غضب اور فرشتوں کی

(۱) مسند احمد:۱۶۰۵۶، حاکم وقال صحیح الاسناد:۱۲/۲، سنن بیہقی:۳۲۰/۵ (۲) حاکم فی المستدرک وقال: حدیث صحیح علی شرط الشیخین:۱۰/۲، ابن ماجہ:، سنن بیہقی:۳۲۰/۵) (۳) ابن ماجہ:۲۲۴۷، معجم کبیر:۶۵/۲۲، مسند الشامیین:۳۶۹/۲

لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

۞ ناپ تول میں کمی کی حرمت وممنوعیت اوراس کی برائی و مذمت میں قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص موجود ہیں:

ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ [التطفيف: ۱-۳]

(ترجمہ: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے، جو اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب دوسروں کو دیتے ہیں تو کمی کر دیتے ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے شان نزول میں فرمایا کہ جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ناپ میں بہت کمی کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس کے بعد وہ سب سے زیادہ بہترین ناپنے والے ہو گئے۔(۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ناپ تول میں کمی اور گھٹانا اسلام میں سخت حرام و ناجائز ہے، اسی لیے کئی جگہ قرآن میں ایک طرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ ناپ تول پورا پورا کرو، تو دوسری جانب اس کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔

چنانچہ ناپ تول کو پورا کرنے کا حکم دیتے ہوئے سورۂ انعام میں فرمایا ہے:

﴿وَأَوْفُوْا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾[الانعام: ۱۵۲]

(ترجمہ: اورتم ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کرو)

اوردوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

﴿وَأَوْفُوْا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ ، وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ، ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ

(۱) لباب النقول: ۲۲۸، تفسیر طبری: ۹۱/۳۰

أَحۡسَنُ تَـأۡوِيۡلاً ﴾ [الإ سراء : ۳۵]

(ترجمہ:اورتم ناپ پورا کرو جب ناپ کر دیا کرو،اورسیدھی ترازو سے تولا کرو، یہ بات بہتر اورانجام کے لحاظ سے عمدہ ہے)

اور ناپ تول میں کمی کرنے کی ممانعت حضرت شعیب علیہ السلام کی زبانی متعدد مواقع پر ذکر کی گئی ہے:

﴿ وَلَا تَنۡقُصُوۡا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ ، إِنِّيۡ أَرَاكُمۡ بِخَيۡرٍ وَّإِنِّيۡ أَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ مُحِيۡطٍ،وَيٰقَوۡمِ أَوۡفُوۡا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوۡا النَّاسَ أَشۡيَاءَ هُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِيۡ الۡأَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ﴾ [هود : ۸۴ – ۸۵]

(ترجمہ:اورتم ناپ تول میں کمی نہ کرو، میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیر لینے والے عذاب کے دن کا اندیشہ ہے،اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو،اورلوگوں کوان کی چیزوں میں گھٹا کر نہ دو،اورزمین میں فساد مچاتے نہ پھرو)

یہ بات اگر چہ حضرت شعیب علیہ السام نے اللہ کی جانب سے اپنی قوم سے فرمائی تھی مگر حکم کے لحاظ سے یہ اس امت کو بھی شامل ہے کیونکہ دوسری جگہ یہی حکم ہمیں بھی دیا گیا ہے، جیسا اوپر آیت گزری ،لہذا اس سے روگردانی واعراض کی صورت میں یہ امت اس وعید میں بھی شامل ہوگی۔

اورحدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اورفرمایا کہ:

” خَمۡسٌ إِذَا ابۡـتُلِيۡتُمۡ بِـهِنَّ ،وَأَعُوۡذُ بِاللّٰهِ أَنۡ تُدۡرِكُوۡهُنَّ ،لَمۡ تَظۡهَرِ الۡفَاحِشَةُ فِيۡ قَوۡمٍ قَطُّ حَتّٰى يُـعۡلِنُوۡا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيۡهِمُ الطَّاعُوۡنُ ، وَالۡأَوۡجَاعُ الَّتِيۡ لَمۡ تَكُنۡ مَضَتۡ فِيۡ أَسۡلَافِهِمُ الَّذِيۡنَ مَضَوۡا، وَلَمۡ يَنۡقُصُوۡا الۡمِكۡيَالَ

وَالْمِيْزَانَ إِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَئُوْنَـةِ وَ جَوْرِ السُّلْطَانِ ،وَلَمْ يَمْنَـعُوْا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوْا الْـقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا، وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللّٰهِ وَ عَهْدَ رَسُوْلِهٖ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِّنْ غَيْرِهِمْ ، فَـأَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُـهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ يَتَخَيَّرُوْا مِمَّا أَنْـزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَـأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ "(۱)

(پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو جاؤ (تو یہ عذابات پیش آئیں گے)،اور میں اللہ کی اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ، جب کسی قوم میں بے حیائی علی الاعلان ہونے لگے تو ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جائیں گی جوان کے اسلاف میں نہیں تھیں،اور جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرے گی تو اس کو قحط سالی وتنگی اور بادشاہ کے ظلم میں گرفتار کیا جائے گا،اور جب کوئی قوم زکاۃ کو روکے گی تو اس سے بارش روک دی جائے گی ،اور اگر جانور نہ ہوتے تو اس پر کبھی بارش نہ ہوتی ،اور جب اللہ ورسول کے عہد کو توڑے گی تو اس پر غیر قوم میں سے کوئی دشمن مسلط کیا جائے گا جو اس سے ان کے مال چھین لے گا ،اور جب ان کے ائمہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام میں سے اپنی مرضی کے مطابق لے لیں گے تو اللہ تعالےان کے آپس میں لڑائی ڈال دیں گے)

اس حدیث میں اور باتوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ جب ناپ تول میں کمی کا رواج اور چلن ہوگا تو اس کو قحط سالی وتنگی اور بادشاہ کے ظلم میں گرفتار کیا جائے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ ناپ تول میں کمی کرنا ناجائز وحرام ہے، جس سے اللہ کی پکڑ دنیا میں بھی آجاتی ہے،اور آخرت کا عذاب الگ ہوگا۔

ان ساری تفصیلات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مال کے حاصل کرنے میں کسی قسم

(۱)ابن ماجہ:۴۰۰۹

کا دھوکہ شامل نہ ہونا چاہئے، لہذا دھوکہ دیکر کمائی کسی بھی صورت میں جائز نہیں، اس سے حاصل ہونے والا مال حرام و ناجائز ہوتا ہے۔

یہ چند موٹی موٹی باتیں اور واضح اصول ہیں جن کی رعایت واہتمام سے ان شاء اللہ العزیز امید ہے کہ آدمی حلال کھانا اور حلال کمائی کی راہ پر پڑ جائے گا، اور حرام سے بچنا اس کے لیے آسان ہو جائے گا، ان کے علاوہ اس سلسلہ میں جو احکامات قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں اور حضرات فقہاء کرام نے ان کی تفصیلات بیان کی ہیں ان کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے، کیونکہ بعض اوقات علم نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کوئی فاسد و باطل معاملہ یہ سمجھ کرتا ہے کہ یہ جائز ہے جبکہ یہ شرعاً ناجائز ہوتا ہے، اوراس طرح حرام یا مکروہ کام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور ناجائز آمدنی کو حلال خیال کر کے اختیار کر لیتا ہے۔

۞ چند اہم احادیث

اس کے بعد چند اہم احادیث کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن میں سچے تاجر کے فضائل وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "**اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ**" (سچا امانت دار تاجر نبیوں اور صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا)۔ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ الْمُسْلِمِ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**" (سچا امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا)۔ (۲)

(۳) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامة**" (سچا تاجر قیامت کے دن اللہ کے

(۱) ترمذی: ۱۱۳۰، دارمی: ۲۴۲۷ (۲) ابن ماجہ: ۲۱۳۰

عرش کے سایہ میں ہوگا)۔(۱)

(۴) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خرید وفروخت کرنے والے دوشخصوں کو(خریدنے بیچنے) کا اختیار اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ دونوں جدا نہ ہوں، پس اگر یہ دونوں خریدنے بیچنے والے سچ بولیں اور(چیز و قیمت کے عیب وکھوٹ کو) بیان کردیں تو ان کے لیے ان کے معاملہ میں برکت دی جاتی ہے، اور اگر وہ(عیب وکھوٹ کو) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ممکن ہے کہ وہ نفع کما لیں اور تجارت کی برکت کو ختم کردیا جاتا ہے۔(۲)

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی ان تاجرین کی کمائی ہے جو بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، اور جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہیں کرتے، اور جب کسی بات کا وعدہ کرتے ہیں تو وعدہ خلافی نہیں کرتے، اور جب کسی سے کوئی چیز خریدتے ہیں تو چیز کی برائی نہیں کرتے، اور جب اپنی چیز بیچتے ہیں تو اس چیز کی جھوٹی تعریف نہیں کرتے، اور جب ان کے ذمہ کسی کی چیز ہوتی ہے تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور جب دوسروں پر ان کی کوئی چیز ہوتی ہے تو اس کو تنگ نہیں کرتے۔(۳)

یہ چند احادیث ہیں جن میں نیک بخت اور سچے تاجروں کی تعریف وفضیلت بیان کی گئی ہے اور ان کے لیے برکت کی بشارت سنائی گئی ہے، لہذا حلال کمائی کے متلاشی کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

❁ حرام کمائی کی چند رائج صورتیں:

آج حرام کمائی کی بہت سی صورتیں رائج ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔

(۱) الترغیب والترہیب: ۵۸۵/۲ (۲) بخاری: ۱۹۴۰، مسلم: ۲۸۲۵، ترمذی: ۱۱۶۷، نسائی: ۴۳۸۱، ابوداؤد: ۳۰۰۰ (۳) الترغیب: ۵۸۶/۲

ان میں سے چند کو یہاں شمار کرا دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔

(۱) شراب اور دوسری نشہ لانے والی چیزوں کی تجارت۔

(۲) انسانی خون اور اعضاء کی (بلاضرورت) تجارت۔

(۳) تصاویر کی تجارت ،اور جو تصاویر عریانیت وفحش پر مشتمل ہوں، وہ اور زیادہ حرام ہیں۔

(۴) فحش ناول لکھ کر، یا چھپوا کر، یا بیچ کر کمائی کرنا۔

(۵) فلمی گانوں،قوالیوں اور فحش غزلوں کی کیسٹوں کی تجارت۔

(٦) ویڈیو اور اس کی کیسٹوں کی تجارت یا ان کو کرایہ پر دینے کا کاروبار۔

(۷) ٹیلی ویژن کی تجارت۔

(۸) ویڈیو اور ٹیلی ویژن کی مرمت کا کام۔

(۹) سینما گھر چلانا۔

(۱۰) فوٹو گرافی کا پیشہ کرنا۔

(۱۱) حجام کا داڑھی مونڈنا۔

(۱۲) گانے بجانے کا پیشہ کرنا۔

(۱۳) فال کھولنا اور غیب کی باتیں بتانے کا پیشہ کرنا۔

(۱۴) مارٹ گیج (MORTGAGE) کی صورت میں دوکان یا مکان میں بلا کرائے رہنا۔

(۱۵) سنیما، بینک ،شراب خانہ وغیرہ حرام کاموں کے لیے مکانات کرایہ پر دے کر کرایہ کھانا۔

(۱٦) بینک ،شراب خانہ وغیرہ،انشورنس ڈپارٹمنٹ سنیما گھر وغیرہ حرام جگہوں پر ملازمت کرنا۔

(۱۷) رشوت لینا۔

(۱۸) سود کھانا، خواہ بینک میں روپیہ جمع کرنے پر جو ملتا ہے وہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۹) بیمہ یعنی انشورنس اسکیم سے فائدہ اٹھانا۔

(۲۰) چٹی فنڈ کے ذریعہ نفع اٹھانا (اس کی تشریح آگے آئے گی)۔

(۲۱) لاٹری ٹکٹ بیچنا۔

(۲۲) لاٹری ٹکٹ سے فائدہ اٹھانا (لاٹری ٹکٹ کی بے شمار شکلیں ہیں، کچھ کا ذکر آگے آئے گا۔

(۲۳) بینک یا کسی اور حرام کمپنی کے شیرز (SHARES) خریدنا اور اس کا نفع لینا وغیرہ۔

یہ اور اس جیسی ہزاروں صورتیں معاشرے میں رائج ہیں جن میں سے بعض صریح و قطعی حرام ہیں اور بعض ان سے کم درجہ کی حرام ہیں۔ مگر ہیں سب خلاف شریعت اور ناجائز جن سے بچنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

مگر افسوس کہ یہ سب باتیں مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں اور ان میں سے بعض صورتوں کو لوگ حرام بھی نہیں سمجھتے, لہٰذا یہاں ان بعض خاص صورتوں کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے۔

ایک حدیث نبوی:

اصل چیز جس پر مسلمان کو توجہ دینا ہے وہ آخرت ہے نہ کہ دنیا، حرام کمائی و حرام مال دنیا میں کچھ عزت دیتے ہیں تو آخرت میں وہ ذلیل کریں گے۔ حدیث میں ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی آدمی کے قدم ہٹ نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے، ان میں سے ایک یہ سوال ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ (۱)

(۱) ترمذی: ۲۳۴۰

یعنی حلال ذریعہ سے کمایا، یا حرام سے اور حرام میں خرچ کیا، یا حلال میں۔
اس وقت حرام کمائی کرنے والوں کا کیا جواب ہوگا؟ اور انہیں کیسے چھٹکارا ملے گا۔غور کرنے کی ضرورت ہے۔

رزق حلال ووسیع کے لیے اعمال ودعائیں:

آخر میں جی چاہتا ہے کہ ان اعمال ودعاؤں کو ذکر کردیا جائے جو اللہ تعالے کے عظیم الشان دربار میں رزق حلال کے لئے اور وسعت رزق کے لیے پیش کرنے پر امید قوی ہے کہ اللہ تعالے حلال وکشادہ ووسیع رزق کی دولت سے نوازیں گے۔یہ بات ہر مسلمان جانتا اور مانتا ہے کہ رزق دینا اس میں وسعت وتنگی کرنا، سب اللہ عز وجل کے اختیار میں ہے، قرآن میں متعدد مواقع پر اللہ تعالے نے یہ مضمون ارشاد فرمایا، ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ،اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ [العنکبوت:۶۲]

(ترجمہ: اللہ تعالے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے)

لہٰذا ایک صاحبِ ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں عموماً اور رزق کے معاملہ میں بھی خاص طور پر اللہ تعالے ہی سے طلب کرے، ایک طرف شرعی اصول و اسلامی قوانین کے مطابق جدوجہد، اور محنت کرے، اور اللہ کی عنایت کردہ صلاحیتوں وقابلیتوں کا ان کے مطابق استعمال کرے، اور دوسری جانب اللہ سے مانگے، اور اسی سے التجائیں کرے۔لہٰذا ہم اولاً اعمال پیش کرتے ہیں پھر احادیث کے حوالے سے چند دعائیں اور اذکار نقل کریں گے۔

توکل علی اللہ اور رزق:

اللہ تعالے پر توکل واعتماد بندۂ مؤمن کی خاص اداوشان ہے، اور اس پر اللہ کی

طرف سے رزق کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ایک صحیح حدیث میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ " **لو أنكم توكلتم على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا و تروح بطانا** "(اگر تم اللہ تعالے پر اس طرح توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو اللہ تعالے تم کو اس طرح رزق دیگا جیسے وہ پرندوں کو دیتا ہے، کہ صبح بھوکے نکلتے ہیں اور شام سیر ہوکر لوٹتے ہیں)(۱)

معلوم ہوا کہ اللہ پر صحیح معنے میں اعتماد و توکل کرنا رزق خداوندی کو حاصل کرنے کا سبب بنتا ہے،مگر یہاں یہ بات فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ توکل کی حقیقت اسباب و ذرائع و وسائل کا ترک کر دینا نہیں ہے، بلکہ سارے اسباب اختیار کرنے کے باوجود یہ عقیدہ رکھنا کہ اسباب سے نہیں بلکہ مسبب الاسباب سے کام بنتا ہے اور ان اسباب میں بھی اسی اللہ کی ذات نے صلاحیت رکھی ہے،وہ اگر نہ چاہے تو اسباب سے کچھ نہیں ہوتا،وہ اگر چاہے تو بغیر اسباب کے بھی ہوسکتا ہے۔ہاں ہمیں اللہ تعالے اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حکم ہے کہ اسباب اختیار کرو اس لیے ہمیں چاہئے کہ اسباب و وسائل اختیار کریں،مگر ساری طاقتوں و قوتوں کا منبع اللہ کی ذات کو سمجھیں۔

چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ کے رسول کی تعلیم بہت واضح طور پر موجود ہے،ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص اپنی اونٹنی پر سوار آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اس اونٹنی کو یوں ہی چھوڑ دوں اور اللہ پر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا کہ "**أعقلها و توكل** "(اس کو رسی سے باندھ پھر توکل کر)(۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کسی جھگڑے میں دو شخصوں

---

(۱)ابن ماجہ:۴۱۶۴،مسند احمد:۳۷۰،صحیح ابن حبان:۵۰۹/۲،مستدرک:۳۵۴/۴،مسند طیالسی:۱۱/۱مسند ابویعلی:۲۱۲/۱(۲)شعب الایمان:۸۰/۲

کے درمیان فیصلہ کیا، تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا وہ واپس ہوتے ہوئے کہنے لگا کہ ''**حسبي الله و نعم الوكيل**'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کم ہمتی پر ملامت کرتے ہیں، لہذا تجھ پر لازم ہے کہ اول عقل و ہمت سے کام لے، اس کے باوجود تقدیر تجھ پر غالب ہوجائے تو کہنا ''**حسبي الله و نعم الوكيل**''۔(۱)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کا گزر کچھ لوگوں پر سے ہوا، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم متوکلین ہیں، حضرت عمر نے فرمایا کہ بلکہ تم تو متکلین (دوسروں پر بوجھ بننے والے) ہو، پھر فرمایا کہ کیا میں نہ بتاؤں کہ متوکل کون لوگ ہوتے ہیں؟ متوکل وہ ہے جو زمین میں بیج ڈالتا ہے، پھر اللہ پر توکل کرتا ہے۔(۲)

الغرض توکل ترک اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب کو اختیار کرتے ہوئے اللہ پر اعتماد کرنے کا نام ہے۔

۞ تقوی اور رزق:

تقوی و پرہیز گاری کی زندگی گزارنے سے بھی اللہ کی جانب سے رزق کے دروازے کھودئے جاتے ہیں، قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [**الطلاق: ۲**] (جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے مصیبت سے نکلنے کا راستہ بنادیتے ہیں اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہیں جاتا)

معلوم ہوا کہ تقوی و پرہیز گاری کی بدولت اللہ تعالے کی جانب سے رزق کا انتظام کردیا جاتا ہے اور اس طرح کردیا جاتا ہے کہ اس کو خود بھی اس کا گمان نہیں ہوتا۔

---

(۱) شعب الایمان: ۸۱/۲ (۲) شعب الایمان: ۸۱/۲

نماز اور رزق:

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا اہتمام و پابندی کرنے سے رزق کے دروازے کھلتے ہیں:

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَأمُرْ أَهْلَکَ بِالصَّلوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ،لَانَسْئَلُکَ رِزْقًا ، نَحْنُ نَرْزُقُکَ ،وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ﴾[طٰہٰ :۱۳۲]

(ترجمہ: اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر پابندی کیجئے ،ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے ،ہم خود آپ کو رزق دیں گے،اور نیک انجام تقوی والوں کے لیے ہے)

صلہ رحمی اور رزق:

رزق کے دروازے اس وقت بھی کشادہ ہوتے ہیں جب آدمی صلہ رحمی اور رشتہ داری کے حقوق ادا کرتا ہے،ایک حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ " مَنْ سَرَّهُ أنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ اَوْ يُنْسَاَ لَهُ فِيْ أثْرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ "(جس کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ اس کے رزق میں وسعت و کشادگی کی جائے اور اس کی عمر لمبی ہو تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے، یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے)(۱)

معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی ،ان کے حقوق کی ادائیگی ،ان سے نیک برتاؤ،عمر دارزی کا بھی سبب ہے اور رزق میں وسعت کا بھی ذریعہ۔

استغفار اور رزق:

قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کی کثرت بھی رزق کے

(۱) بخاری:۱۹۶۱،مسلم:۲۵۵۷،ابوداؤد:۱۶۹۳

دروازے کھولتی ہے، لہذا روزانہ اس کا بھی معمول بنانا چاہئے، قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ،اِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَاراً وَّ يُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهَاراً ﴾ [نوح: ۱۰-۱۲]

(اپنے رب سے استغفار کرو، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر بہتی بارش کرے گا، اور تمہارے مالوں اور اولاد کو زیادہ کرے گا اور تمہارے لیے باغات مقرر کرے گا اور نہریں مقرر کرے گا)

اس سے معلوم ہوا کہ استغفار و توبہ کا ثمرہ و فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالے بارشیں برساتے ہیں، مال و اولاد میں اضافہ کرتے ہیں اور باغات و نہروں کا انتظام فرماتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سب رزق کے وسائل ہی ہیں۔

حضرت حسن بصری کے پاس ایک شخص نے قحط کی شکایت کی تو فرمایا کہ استغفار کرو، ایک اور نے فقر و فاقہ کی شکایت کی تو فرمایا کہ استغفار کرو، ایک تیسرے آدمی نے عرض کیا کہ میرے لیے اولاد کی دعاء کیجئے، تو فرمایا کہ استغفار کرو، ایک اور شخص نے اپنے باغ کے سوکھ جانے کی شکایت کی تو فرمایا کہ استغفار کرو، حضرت صبیح کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے اس سلسلہ میں پوچھا کہ آپ نے سب کا ایک ہی جواب دیا، تو فرمایا کہ یہ میں نے اپنی جانب سے نہیں کہا ہے بلکہ اللہ تعالے سورہ نوح میں یہ فرماتے ہیں۔(۱)

اور ایک حدیث میں حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً،وَمِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجاً ، وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ '' (جو استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ اس

(۱) تفسیر قرطبی: ۳۹۲/۱۸

کے لیے ہر غم دور ہونے کا راستہ بناتے ہیں اور ہر تنگی سے نکلنے کی سبیل کرتے ہیں اور وہاں سے اسے رزق عطا کرتے ہیں جہاں سے اسے کوئی گمان بھی نہیں ہوتا)(۱)

معلوم ہوا کہ استغفار کا اہتمام رزق میں وسعت و کثرت کا سبب و وسیلہ ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالے استغفار کرنے والے کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں کہ اس کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

❁ تلاوت قرآن اور رزق

حضرت حسن بصری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**لَا فَاقَةَ لِعَبْدٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَلَا غِنٰى لَهُ بَعْدَهُ**" (جو بندہ قرآن پڑھتا ہے اس کو فاقہ نہیں ہوتا اور نہ اس کے حق میں قرآن کے بعد کوئی چیز غنا و مالداری کی ہے)(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے بندے کو اللہ تعالے فقر و فاقہ کی مصیبت و پریشانی سے محفوظ رکھتے ہیں، لہذا طالب رزق حلال کو چاہئے کہ وہ قرآن کی تلاوت کا اہتمام کرے۔

❁ سورۃ الواقعہ اور رزق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھتا ہے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوتا)، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بچیوں کو اس کا حکم دیتے تھے۔(۳)

اس حدیث نے بتادیا کہ سورۂ واقعہ کی فضیلت یہ ہے کہ اس کی تلاوت کا معمول رات میں رکھنے سے فاقہ نہیں ہوتا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود

---

(۱) ابوداؤد: سنن بیہقی: ۳۵۱/۳، معجم اوسط: ۲۴۰/۶، سنن کبری للنسائی: ۱۱۸/۶، ابن ماجہ: مسند احمد: مستدرک حاکم: ۲۹۱/۴، قال الحاکم: صحیح الاسناد (۲) مسند الشہاب: ۴۶/۲

(۳) شعب الایمان: ۴۹۱/۲، مسند الحارث: ۲۹/۲ ۷

بھی اس کا اہتمام کرتے تھے اور اپنی بچیوں کو بھی اس کا اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

مسجد کی حاضری اور رزق:

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد تشریف لے جاتے تھے تو یہ دعاء پڑھتے تھے: " اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَسَھِّلْ عَلَيَّ أَبْوَابَ رِزْقِکَ "(اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے اور اپنے رزق کے دروازے آسان فرمادے)(۱)

اس حدیث میں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ جب مسجد تشریف لے جاتے تھے تب یہ دعاء پڑھتے رہتے جس میں رحمتِ خداوندی کے دروازوں کے ساتھ آپ اللہ تعالے سے رزق کے دروازوں کو آسان فرمانے کی درخواست فرمارہے ہیں، اس سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ اس دعاء کی تاثیر اس وقت ہے جب آدمی نماز کے لئے مسجد کی حاضری دے گا، معلوم ہوا کہ مسجد کی حاضری بھی وسعت رزق کا سبب بنتی ہے۔

فقر وحاجت کی خاص دعائیں

(۱) حدیث میں ہے کہ حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے یہاں فاقہ تھا، حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اگر تم اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ سے کچھ سوال کرو تو اچھا ہو! حضرت فاطمہ آپ کی خدمت میں آئیں اور دروازہ کھٹکھٹایا، اس وقت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت ام ایمن موجود تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھٹکھٹانے کا انداز تو فاطمہ کا سا ہے، اور آج وہ ایسے وقت آئی ہے کہ اس وقت آنے کی عادت نہیں ہے، الغرض وہ حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان اللہ کے فرشتوں کا کھانا تو اللہ کی تسبیح وتعریف اور لا الٰہ الا اللہ ہے، ہمارا

---

(۱) عبدالرزاق: ۴۲۶/۱، ابن ابی شیبہ: ۲۹۸/۱

کھانا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، ایک ماہ سے محمد کے گھر والوں کے یہاں چولھا نہیں جلا، اور ہمارے پاس اب کچھ بھیڑ آئے ہیں، اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے پانچ بھیڑوں کا حکم دیدوں اور اگر تم چاہو تو پانچ کلمات سکھادوں جو مجھے حضرت جبریل نے سکھائے ہیں، حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ مجھے وہ کلمات سکھا دیجئے، آپ نے فرمایا کہ کہو: " **يَا أَوَّلَ الْأَوَّلِيْنَ وَيَا آخِرَ الْآخِرِيْنَ وَيَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ وَيَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ** " (اے سب سے اول، اور اے سب سے آخر، اے مضبوط طاقت والے، اے مسکینوں پر رحم کرنے والے، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے)، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس ہوئیں اور حضرت علی رضی للہ عنہ سے کہا کہ میں آپ کے پاس سے دنیا کی خاطر گئی تھی اور آخرت لیکر آئی ہوں، حضرت علی نے فرمایا کہ یہ دن تمہارے بہترین دنوں میں سے ہے۔ (۱)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی ضرورت وحاجت کی شکایت کرتے ہوئے آئی، آپ نے فرمایا کہ کیا میں اس چیز سے زیادہ بہتر بات نہ بتاؤں؟ تو سوتے وقت تینتیس دفعہ " **سُبْحَانَ اللّٰهِ** "، تینتیس دفعہ " **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ** " اور چونتیس دفعہ " **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** " پڑھ لینا، یہ دنیا و مافیھا سے سوگنا زیادہ بہتر ہے۔ (۲)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے یہ بات خوش کرتی ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو، اس کو دشمن پر فتح حاصل ہو، اس کا رزق کشادہ کیا جائے، اور اس کو بری موت سے بچایا جائے اس کو چاہئے کہ وہ صبح وشام تین مرتبہ یہ پڑھے:

---

(۱) کنز العمال: ۵۰۱۹ (۲) کنز العمال: ۵۰۲۰

''سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضَا وَ زِنَةَ الْعَرْشِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِلْءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضَا وَ زِنَةَ الْعَرْشِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُمِلْءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَ مَبْلَغَ الرِّضَا وَ زِنَةَ الْعَرْشِ ''(اللہ کی پا کی ہوتراز وبھر کر، اوراتنی کہ علم جہاں تک پہنچے، اوراللہ کی رضا جہاں تک پہنچےاور عرش کے وزن کے برابر، اور لا الہ الااللّٰہ تراز وبھر کر، اوراتنا کہ علم جہاں تک پہنچے، اوراللہ کی رضا جہاں تک پہنچےاور عرش کے وزن کے برابر، اوراللہ اکبر تراز و بھر کر، اوراتنا کہ علم جہاں تک پہنچے، اوراللہ کی رضا جہاں تک پہنچےاور عرش کے وزن کے برابر)(۱)

❁ چند دعائیں اوراذکار:

(۱) اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ أَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ .(۲)

(اے اللہ! اپنا حلال رزق دیکر مجھے اپنے حرام سے کفایت فرما، اور اپنا فضل دیکر اپنے غیر سے مستغنی کردے)

(۲) اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً. (۳)

(اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، اور کشادہ رزق اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں)

(۳) اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْإِصْبَاحِ وَ جَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا اِقْضِ عَنِّيْ الدَّيْنَ وَأَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ وَ مَتِّعْنِيْ بِسَمْعِيْ وَ بَصَرِيْ وَ قُوَّتِيْ فِيْ سَبِيْلِكَ .(۴)

(۱) کنزالعمال:۴۹۵۱ (۲) ترمذی:۳۵۶۳ احمد: ۱۳۱۸ (۳) مسند احمد:۲۶۶۴۴ (۴) موطا مالک:۴۹۵

(اے اللہ! اے صبح کو نکالنے والے، اور رات کو آرام کا وقت بنانے والے اور سورج و چاند کو اوقات کا ذریعہ بنانے والے! میرا قرض ادا فرما دے، اور مجھے فقر و فاقہ سے مستغنی کر دے اور میرے کان اور آنکھ اور قوت کو اپنے راستہ میں کارآمد بنادے)

(۴) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِکَ عَلَيَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِيْ ۔(۱)

(اے اللہ! اپنا وسیع رزق مجھے میرے بڑھاپے میں اور عمر کے ختم ہونے کے وقت عطا فرما)

(۵) اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِکْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ .(۲)

(اے اللہ! میرے گناہوں کی بخشش فرما، اور میرے گھر میں میرے لیے کشادگی فرما اور میرے رزق میں میرے لیے برکت عطا فرما)

(۶) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ فَضْلِکَ وَلَا تَحْرِمْنَا رِزْقَکَ وَ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَ اجْعَلْ غِنَائَنَا فِيْ اَنْفُسِنَا وَ اجْعَلْ رَغْبَتَنَا فِیْمَا عِنْدَکَ.(۳)

(اے اللہ! ہم کو اپنے فضل سے رزق عطا فرما اور ہمیں اپنے رزق سے محروم نہ فرما، اور جو رزق تو نے ہم کو عطا فرمایا ہے اس میں ہمیں برکت دے اور ہم کو دل کی تونگری عطا فرما اور ہمارے دل میں ان نعمتوں کی رغبت ڈال دے)

(۷) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِيْ مِنْ رِّزْقِکَ الْحَلَالِ الطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ مَا تَصُوْنُ بِهٖ وُجُوْھَنَا عَنِ التَّعَرُّضِ إِلٰی أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ.(۴)

---

(۱) مستدرک حاکم: ۱/۲۶۷ (۲) مسند احمد: ۱۶۶۵۰، ترمذی: ۳۵۰۰، معجم اوسط: ۷/۳۷

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۵۱، حلیۃ الاولیاء: ۵/۶۶ (۴) الحزب الاعظم: ۱۸۰

(اے اللہ! ہم کو اپنا حلال وطیب اور برکت والا رزق عنایت فرما، جس کی وجہ سے تو ہمیں اس بات سے بچالے کہ ہم اپنا منہ تیری مخلوق میں سے کسی کے سامنے سوال کے لیے لے کر آئیں)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو حلال وحرام میں تمیز کرنے اور حرام سے بچ کر صرف حلال سے نفع اٹھا کر خدا کو راضی کرنے کی توفیق دے۔ آمین.

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی

تمت